

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ اَیُّہَا الرَّسُوْلُ وَآلِکَ السَّلَامُ شَیْخُ الْحَدِیْثِ اَبُو یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

بِقِیَاضِ
مظہر شریعت و طریقت و تہذیب و کمال حیات
حضرت مولانا مظہر حسین نور اللہ قزو
تیسری مرتبہ فیضانِ کربلا شریعت و طریقت و تہذیب و کمال حیات

اکابرین دیوبند بالخصوص شریعت و طریقت و تہذیب و کمال حیات
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان
مجلہ صفر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
محدث عربی و عربی و دیوبند اہل السنۃ و الجماعۃ
حضرت مولانا نور اللہ قزو
محدث شیخ الحدیث از خان صفر
محدث شیخ الحدیث از خان صفر

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ قزو	فقہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ قزو
شیخ المشائخ (امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ نان محمد نور اللہ قزو	فخر اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ قزو
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لہویانوی شہید نور اللہ قزو	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفر اوکاڑوی نور اللہ قزو
پاسبان مسلک احناف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ قزو	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ قزو
وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ قزو	جانشین شہید اسلام مفتی العصر حضرت مولانا سید احمد جلالپوری شہید نور اللہ قزو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وکیل صحابہ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ قزو حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحمید لہویانوی نور اللہ قزو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وکیل احناف مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی نور اللہ قزو

سرپرست پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن سومرو نور اللہ قزو

مدیر حسن خدای	مدیر اعلیٰ مولانا جمیل الرحمن عباسی	مدیر حسن خدای
0320 4902150	0301-7790908	0307-5687800

فی شمارہ: 25..... زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدای، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

- ۱ قرآن کا اعلان..... ادارہ..... مولانا طلحہ السیف..... 3
- ۲ افادات شیخین کریمین رحمہما اللہ..... حافظ شمس الدین خان طلحہ صفدری... 7
- ۳ پورے رمضان کا اعتکاف اور مجالس..... حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی.. 10
- ۴ مکتوب سلیم..... بسلسلہ فسق یزید..... مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم..... 15
- ۵ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ..... خواجہ جمیل اعجاز..... 17
- ۶ رجم کے بارے میں اصلاحی کا موقف..... ابو مطیع..... 21
- ۷ چند الفاظ و تعبیرات سے رجوع..... مولانا عبدالرحیم چاریاری..... 33
- ۸ زبیر علی زئی کا تعاقب (۳۱)..... مولانا رب نواز..... 37
- ۹ فتنہ غامدی نمبر..... اکابر، علماء، مبصرین، قارئین..... 45
- ۱۰ مجلہ صفدر جلد نمبر پانچ (۵) کی فہرست..... جنوری تا دسمبر ۲۰۱۴ء..... 52

”مکالمہ“..... اور..... ”فتویٰ“

تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد اللہ رب العزت نے جب ابلیس کو حکم دیا کہ: آدم کو سجدہ کرو! تو شیطان نے سجدہ سے انکار کرتے ہوئے دلائل (”اَنَا خَيْرُ مِنْهُ، خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ“ [میں تو اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا، جب کہ اس کو مٹی سے۔] وغیرہ) دے کر باری تعالیٰ سے ”مکالمے“ کی کوشش کی۔ لیکن حق جل مجدہ نے اُس کے دلائل کا جواب دے کر ”مکالمے“ کو آگے بڑھانے کے بجائے فقط ”إِنَّكَ رَجِيمٌ“ کہہ کر فوراً ہی ”فتویٰ“ صادر فرما دیا۔ اور ابلیس کی ”حسرت مکالمہ“ دل ہی میں رہ گئی۔

داد دینے پہ مجبور ہوں

مجلہ صفدر شمارہ ۵۵/ [ص: ۳۸] میں مولانا احسن صاحب نے یزید اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال دیتے ہوئے ”بلا تشبیہ“ کا لفظ استعمال کر کے بہت اچھا کیا۔ داد دینے پہ مجبور ہوں۔ حقیقت میں اختلاف وہی اچھا ہے جو اخلاقیات کے دائرے میں ہو۔ مجلہ ”صفدر“ اپنی اسی خوبی پر برقرار ہے۔ ماشاء اللہ!!

..... ایک قاری.....

قرآن کا اعلان

..... مزاحمت کرنے والی قوم کبھی نہیں مرتی۔ خواہ وہ مزاحمت پتھروں، جوتوں، غلیلوں اور نعروں سے ہی کیوں نہ ہو۔ نہ ایسی قوم مرتی ہے، نہ اس کا نام مٹتا ہے، نہ اس کا قتل عام ہوتا ہے اور نہ ہی دشمن فتح کی خوشی سنا پاتا ہے۔ ہاں! جہاں ظلم و جبر کے سامنے سپر ڈال دی جائے۔ مظلومیت کے ساتھ لائٹوں میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے موت کا انتظار کیا جائے۔ ظالموں کے آگے ہاتھ جوڑے جائیں، ان سے زندگی کی بھیک مانگی جائے، ان کے قدموں پر گر کر گڑ گڑایا جائے وہاں برما، بوسنیا، کوسوا، حیدر آباد دکن، گجرات اور بھگل پور جیسی داستانیں جنم لیتی ہیں۔

ہلاکو خان ہلاکت بن کر امت مسلمہ پر ٹوٹا، ایک قہر بن کر مسلط ہوا اور اسے عالم اسلام میں عموماً اس رویے سے واسطہ پڑا تو بغداد، حمص، اور میافارقین کے ساتھ اس نے جو سلوک کیا آج بھی تاریخ میں رقم ہے۔ مسلمان قطار میں کھڑے کر دیئے جاتے باری باری آگے آتے خود زمین پر لیٹ جاتے، تاری ہنسی مذاق کرنے، ٹھڈے مارتے، چہرے پر تھوکتے، کبھی پیشاب بھی کر دیتے اور پھر زنج کر دیتے، اگلا مسلمان اپنی باری پر خود آگے چلا آتا۔ یوں قتل عام ہوتا رہا، شہر برباد ہوتے رہے اور عزتیں پامال کی جاتی رہیں۔ عالم اسلام کے ایک چھوٹے سے حصے مصر پر ان مسلمانوں کی حکومت تھی جو ”ممالیک“، یعنی غلام تھے، انہیں سمجھ آئی کہ اس طرح مرنے سے کیوں نہ مزاحمت کر کے مرا جائے۔ وہ جتنے تھے اور جیسے تھے مزاحمت کے لیے نکل آئے، پھر تاریخ میں نہ کسی قتل عام کا ذکر ہے اور نہ بربادی کا، ہاں اس کے بعد تاریخ میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہلاکو خود کیسے ہلاک ہوا۔ چند کمزور مسلمانوں کے نظریہ مزاحمت نے ہلاکو جیسے ہلاکت خیز فاتح کو یوں قعر گمنامی میں دھکیل دیا کہ اس کے انجام کے بارے میں بھی کوئی حتمی رائے آج تک قائم نہیں کی جاسکی۔

دور کی تاریخ کو چھوڑیے! افغانستان پر روس حملہ آور ہوا۔ کہتے ہیں سولہ لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے، ان میں روس کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے شہید ہونے والوں اور مظلومیت کے ساتھ مزاحمت سے پہلے شہید ہونے والوں کا تناسب نکال لیں اعداد و شمار حیران کر دیں گے کہ یہ نسبت ایک اور دس کی بھی نہیں۔

کشمیر اور فلسطین میں جاری تحریکات جہاد کو ساٹھ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا۔ دونوں قوموں

نے جب سے مزاحمت کو اپنا شعار بنایا ہے اور جب بھی وقت آیا جس طرح بھی بن پڑا مزاحمت کر کے دکھائی بھی ہے، تو آپ ان تحریکات میں ساٹھ سال میں شہید ہونے والوں کی تعداد کا موازنہ ہندوستان میں حیدر آباد دکن میں ہندوستان آرمی کی چند روزہ کارروائی، گجرات، بہار، اور دیگر علاقوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں مارے جانے والے مسلمانوں کی تعداد، بوسنیا، کوسو میں بلا مزاحمت قتل ہونے والے مسلمانوں کی تعداد، اور حالیہ دنوں میں برما میں بدھوں کے ظلم کا نشانہ بننے والے مسلمانوں کی تعداد سے کر لیں۔

حالانکہ کشمیر اور فلسطین دنیا کی دو ظالم ترین اور مسلمانوں کی بدترین دشمن اقوام اور افواج کے زیر تسلط ہیں، باہر کی دنیا کی ان تک رسائی نہیں، وہ تاریخ انسانی کے طویل ترین محاصروں میں زندگی گزار رہے ہیں، دنیا بھر میں بسنے والے اربوں مسلمانوں کی طرف سے انہیں سوائے زبانی مدد کے اور کچھ حاصل نہیں مگر یہ مزاحمت کی فطری طاقت ہے کہ وہ نہ صرف باقی ہیں بلکہ پوری شان اور آن کے ساتھ باقی ہیں۔ ہندوستان ایک ایسی طاقت ہے۔ اس نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی فوج کشمیر کے چھوٹے سے علاقے میں تعینات کر رکھی ہے۔ اُس نے فوج کو خصوصی اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔ عالمی انسانی قوانین اور حقوق معطل ہیں۔ ہر طرح کا جدید ساز و سامان ان افواج کے پاس ہے، لیکن وہ کیا چیز ہے جس کے سامنے یہ سارے اسباب مکمل ناکام ثابت ہوئے اور اپنے اہداف کو نہیں پاسکے.....

فلسطین اسرائیل کے زیر تسلط ہے۔ دنیا کی تیسری بڑی ایٹمی قوت، ساری دنیا کی حمایت اس کے ساتھ ہے۔ اقوام متحدہ اس کی پشت پناہ ہے۔ ہر طرح کی اعلیٰ تربیت و سامان حرب سے اس کی افواج لیس ہیں۔ وہ فلسطینیوں کے ساتھ کچھ بھی معاملہ کریں اس یقین کے ساتھ کر سکتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ کوئی روکنے والا لیکن اس سب کے باوجود اسرائیل اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں کیوں مکمل ناکام ہے؟ اس کا ظاہری سبب فلسطینی اور کشمیری قوم کا وہ جذبہ مزاحمت ہے جو کسی حال میں سرد نہیں ہو رہا.....

آپ خود سوچئے! کیا برما کا وہ بد شکل گنجا بدھ لیڈر زیادہ طاقتور ہے یا مودی اور نیتن یاہو؟ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور یہ دونوں ناکام؟ وہ فرق اور وجہ صرف اور صرف جذبہ جہاد اور قوت مزاحمت ہے۔ اُسے جس قوم سے واسطہ پڑا وہ ان عناصر سے محروم تھی اور یہ دونوں جن اقوام سے نبرد آزما ہیں وہ اس دولت سے مالا مال ہیں..... اس لیے آپ روزانہ ایسی درجنوں تصاویر اخبارات میں اور انٹرنیٹ کی دنیا پر دیکھتے ہیں کہ ایک طرف چھریوں اور ڈنڈوں سے مسلح لوگ مسلمانوں کو مظلومیت کی داستان بنا رہے ہیں اور ایک طرف مسلح اور زرہ بند فوجی اپنے اسلحے سمیت راہ فرار اختیار کر رہے ہیں اور معصوم بچوں، کمزور عورتوں اور بوڑھوں کا سامنا بھی نہیں کر پار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس امتحان سے بچائے اور کافروں کے تسلط سے سب کی حفاظت فرمائے لیکن مومن کی حقیقی شان یہی ہے کہ وہ جس حد تک ہو سکے مزاحمت کرے اور جو وسائل ہو سکیں ان سے لڑے۔ تلوار موجود نہ تھی تو آقا مدنی ﷺ نے اپنے غلاموں کو کھجور کی چھڑیاں تھما دیں لیکن اس راستے کو نہ چھوڑا۔ یہ قیامت تک کے لیے تعلیم ہے کہ مسلمان چھڑی بھی مہیا ہو تو لڑے۔ کوئی اور اسباب پاس نہیں تو پتھر تو ہیں۔ لیکن جب یہ بات معلوم ہے کہ کافر ہر حال میں مارنے کے ہی درپے ہیں تو ایک مومن کو ایمان کی بنیاد پر لڑ کر مرجانے کو اختیار کرنا چاہیے نہ کہ مظلومانہ رضا کارانہ قتل کو۔

آپ اس فرق کو سمجھنے کے لیے مودی کے ہندوستان پر ہی ایک نظر کر لیں۔ اسی ماہ کتنے مسلمانوں کو گائے کے ذبح کرنے یا اس کا گوشت کھانے یا اس کی توہین کرنے کے الزام میں قتل کر دیا گیا، یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور ہندو مہاسبھائی لیڈروں کے بیانات سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ مزید بڑھے گا۔ ہندوستان میں پینتیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہیں لیکن ہندو ذرا بھی خوفزدہ نہیں بلکہ مکمل دیدہ دلیری سے یہ سب کام کر رہے ہیں، کیونکہ انہیں یقینی معلوم ہے کہ ہندوستان کا مسلمان مزاحمت کی سوچ سے محروم ہے۔ جبکہ اسی مودی کے ہندوستان میں ہی گائے کو برسر عام روڈ پر ذبح کرنے والی ہماری بہن آسیہ اندرابی اس وقت بھی ہندوستان کی جیل میں بند ہے لیکن یہ ہندو اس کا کچھ نہیں بگاڑ رہا ہے کیونکہ انہیں علم ہے انہوں نے جو بھی قدم اٹھایا کشمیری قوم مزاحمت کرے گی۔ اس سے واضح تصویر اور کیا پیش کی جائے۔

فلسطین کا مزاحمتی محاذ اس وقت شدید گرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔ اور ان کی حفاظت فرمائے۔ بلاشبہ فلسطینی مسلمان اسلام کی عزت و غیرت کا سب سے روشن مینار ہیں۔ اُن سے سیکھنا چاہیے کہ مشکل حالات میں جینا اور مرمر کے نہیں سیدہ تان کر جینا کسے کہتے ہیں۔ ایک اور انقضاہ برپا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بار اس حملے کی ابتداء غاصب یہودی کی طرف سے نہیں کمزور اور نہ فلسطینی مسلمانوں کی طرف سے ہے۔

گزشتہ چند ہفتوں میں فلسطینی نوجوانوں نے اسرائیل کے اندر گھس کر یہودیوں پر حملوں کی ایک نئی جہت متعارف کرائی۔ چاقو بردار حملے۔ اور حملوں کے اس منظم سلسلے کا نام رکھا گیا ”ثورة السكاكين“ چھریوں کا انقلاب۔ اسرائیل نے فلسطینی مجاہدین کے زمینی حملوں سے بچاؤ کے لیے دنیا کی سب سے طویل حفاظتی دیوار تعمیر کر رکھی ہے۔ اس دیوار کی حفاظت کے لیے دنیا کا سب سے جدید راڈار نظام بروئے کار لایا گیا ہے۔ جگہ جگہ تلاشی چوکیاں قائم ہیں، محنت مزدوری کے لیے اسرائیل میں داخل ہونے والے فلسطینیوں کو تلاشی کے سخت مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ ایسے میں کسی قسم کا اسلحہ لے کر اسرائیل میں کہیں بھی حملہ آور ہونا

تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔ اور مجاہدین کے خود ساختہ میزائلوں کے حملوں سے بچنے کے لیے آئرن ڈرم نامی حفاظتی نظام ہر وقت فعال رہتا ہے۔ گویا کہ اسرائیل نے اپنے گمان کے مطابق خود کو ہر طرح سے محفوظ تصور کر لیا ہے۔ لیکن سلام ہو فلسطین کے عظیم مجاہدوں کو۔ انہوں نے ان سخت حالات میں بھی ”جہاد“ کی فکر ترک نہیں کی اور نہ اپنی عظیم مزاحمت سے غافل ہوئے۔ انہوں نے یہ تدبیر کی کہ تربیت یافتہ نوجوان مزدوری کے بہانے اسرائیل میں داخل ہوں، کسی بھی دوکان سے اچھی سی چھری خریدیں اور جتنے یہودیوں کو ممکن ہو سکے قتل یا زخمی کر کے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کریں۔ گویا صرف چھری کے ساتھ فدائی حملہ..... اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیرا.....

یہ ہے جہاد، یہ ہے اسلام کا حقیقی نظریہ جہاد جو نہ اپنی کمزوریوں کو گنتا ہے نہ کفار کی طاقت اور حفاظتی قلعوں کو خاطر میں لاتا ہے بلکہ ہر طرح کے حالات میں اور ہر طرح کے اسباب کے ساتھ لڑتا ہے، لڑاتا ہے۔ ان حملوں نے اسرائیل کو چکرا کر رکھ دیا اور اُس نے ان کے مقابل ہمیشہ کی طرح اندھا دھند طاقت اور وحشت کا مظاہرہ کیا اور فلسطینی علاقوں پر مسلح چڑھائی کر دی ہے۔ اب یہاں فلسطینی عوام کار عمل دیکھئے۔

وہ اپنی جان اور املاک بچانے کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان حملہ آوروں کے ساتھ نہیں ہیں، ان سے اعلان براءت کرتے ہیں۔ انہیں اپنے علاقوں سے نکال دیتے ہیں، خود ان کے خلاف آپریشن کرتے ہیں لیکن نہیں۔ پوری قوم صف بستہ ہو کر ”انتفاضہ“ کے نعرے لگاتی ہوئی گھروں سے نکل آتی ہے۔ ہر عورت، ہر بچہ ہر بوڑھا ہر جوان ہاتھوں میں پتھر لیے مزاحمت پر صف آراء ہے۔ روزانہ لاشیں گر رہی ہیں، شہادتیں ہو رہی ہیں، املاک تباہ ہو رہے ہیں، گرفتاریوں کا طوفان برپا ہے لیکن عزائم ہیں کہ جوان تر ہوتے جا رہے ہیں، مزاحمت کا زور ٹوٹنے کی بجائے اور بڑھتا جا رہا ہے اور حملے بھی بدستور جاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم قوم کو فتح مند فرمائے۔ ان کے شہداء کو قبول فرمائے اور ان کی شش جہات سے حفاظت فرمائے۔ ہم ان کے لیے دعا کر سکتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ کفر کے مقابل جینا مزاحمت کی شان کے ساتھ ممکن ہے، ایسے نہیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ نہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں اور اسلام کے وکیل نہیں اسلام کے لیے عار ہیں جن کی دعوت ہے کہ مسلمان مزاحمت اور جہاد کا رویہ ترک کر کے اطاعت قبول کر لیں، مسلمان جہاد سے دستبردار ہو جائیں۔

یاد رکھیے! ان امور کا ترک کر دینا مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہی بنا ہے اگرچہ ظاہر میں اس کے خلاف نظر آ رہا ہو اور ان امور پر قائم ہو جانا ہی بقا اور سرفرازی کا ضامن ہے اگرچہ بظاہر اس میں تباہی نظر آتی ہو۔ یہی قرآن کا اعلان ہے اور یہی ماضی اور حال کی سچی گواہی ہے۔

افاداتِ شیخینِ کریمین

.....قسط نمبر ۱.....

برادرِ مولانا حمزہ احسانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔!!

رمضان المبارک میں اپنے دونوں بزرگوں (حضرت امام اہل سنت اور حضرت مفسر قرآن رحمہما اللہ) کے افادات جمع کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔ چند ایک عنوانات کے تحت دونوں بزرگوں کی بہت سی اہم باتیں تحریر میں آگئی ہیں۔ اگر مناسب سمجھیں تو دو اقساط میں اسے مجلہ صفدر میں شائع فرمادیں۔ نیز اس پر مزید کام کی گنجائش ہے اور ہونا بھی چاہیے، مگر بندہ علیل ہو جانے کے باعث اس پر مزید کام نہ کر سکا۔ چند اہم مسائل: اجماع، قیاس، شرک، گمراہ فرقے وغیرہ عنوانات اور ان کے تحت حضراتِ جدین رحمہما اللہ کی تحریرات آجائیں تو میرے ناقص خیال میں یہ ایک جامع تحریر ہو جائے گی۔ اگر آنجناب اس پر محنت کریں تو میرے ناقص خیال میں اس ”علمی کام“ کا بہت سول کو فائدہ ہوگا۔ جیسا بھی آپ مناسب سمجھیں، مجھے مطلع فرمادیں۔ مہربانی ہوگی۔ جزاک اللہ خیرا

والسلام: دعاؤں کا طالب..... آپ کا بھائی: حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ اور مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ جن کو گوجرانوالہ اور نواح میں ”شیخینِ کریمین“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، دونوں بزرگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خداداد صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا، دونوں بزرگ ہی علماء دیوبند کے سر کے تاج ہیں، اور دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق دین کا کام کیا ہے، ذیل میں چند اہم مسائل سے متعلق دونوں بزرگوں کی تحریرات کا ایک ”حسین گلدستہ“ پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبولیت سے نوازے۔ آمین

(۱)..... عقیدہ توحید:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ وحدہ لا شریک لہ ہے، وہی خالق و مالک اور وہی متصرف و رازق ہے اور وہی مشکل کشا اور حاجت روا اور وہی عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہے، وہ اپنی ذات و صفات اور افعال میں

متفرد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ قدیم ہے، نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ انتہاء، نہ اس کی ماں ہے اور نہ باپ، نہ بیوی ہے نہ بیٹا، وہ نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے اور نہ اس پر اونگھ طاری ہو سکتی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اُس پر کبھی فنا نہیں آئے گی، بادشاہ و گدایا، عزت و ذلت دینا، فتح و شکست دینا، اولاد دینا اور دی ہوئی اولاد کو لے لینا، مقدمہ میں کامیاب و ناکام کرنا، ملازمت دینا اور چھیننا، نفع و نقصان پہنچانا، بارش نازل کرنا اور ہوائیں چلانا، رحمت یا عذاب نازل کرنا، تمام جہاں کا مدبر و متصرف ہونا، عرش سے فرش تک اور ثری سے ثریا تک تمام عالم کی نگرانی کرنا، یہ سب کچھ اُسی کا کام ہے، وہی فریادرس اور مختارِ کل ہے اور وہی سجدہ اور طواف کے لائق ہے، اور وہی نذر و منت کا مستحق ہے، اُسی کا قانون محکم اور اٹل ہے، سب کائنات اُس کی محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں، جہاں تک انسان کی عقل رسائی کر سکتی ہے وہ اس سے بھی ماوراء ہے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا ہے؟ بس تھک ہار کر یہی کہہ سکتے ہیں کہ ۔

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں، تیری پہچان یہی ہے

[آئینہ محمدی: ۷، ۸]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ارشاد ہوتا ہے: شہد اللہ، اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی۔۔۔ انہ لا الہ الا هو، اُس کے علاوہ کوئی الہ نہیں، کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ جبرائیل علیہ السلام نہ میکائیل علیہ السلام، نہ مسیح علیہ السلام اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، الہ کا معنی بڑا وسیع ہے، الہ وہ ہو سکتا ہے جس میں الوہیت کی صفت پائی جاتی ہو، جو واجب الوجود ہو، جس کا علم محیط ہو، جس کی قدرت تام ہو، جو خالق اور مدبر ہو، اور جو فاطر ہو۔ جو خود مخلوق اور محتاج ہو وہ الہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جو ہمہ دان نہ ہو، ہمہ بین نہ ہو اور ہمہ توان نہ ہو، وہ الہ کیسے ہو سکتا ہے؟ الہ وہ ہے جو جو چاہے کر گزرے، اُس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ لہذا فرمایا: ”اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا الہ کوئی نہیں ہے۔“ یہ جملہ اس قدر اہم ہے کہ اس آیت میں دودفعہ دہرایا گیا ہے۔

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ان الفاظ میں سکھائی گئی ہے: اللھم لا اھصنی ثناء علیک أنت کما اثنیت علی نفسک۔ اے مولا کریم! میں تیری تعریف کما حقہ نہیں کر سکتا، تیری تعریف وہ ہے جو تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ نے خود گواہی دی ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُس کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں، کوئی مختارِ کل نہیں، کوئی عالم الغیب نہیں، کوئی دینے والا نہیں، اور کوئی چھیننے

والانہیں۔ فرمایا: والملتکة، اور فرشتوں نے بھی یہ گواہی دی ہے۔ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں۔ واولو العلم، اور اہل علم نے بھی یہی گواہی دی ہے۔ علم والوں میں سب سے پہلے نبی ہیں، پھر کامل الایمان لوگ، پھر حکماء اور دانشور، سب نے یہی گواہی دی ہے کہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

[تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن: ۲/۳، ۷۳، ۷۴]

مفسر قرآن رحمہ اللہ ایک جگہ مزید فرماتے ہیں کہ:

اہل کتاب کو دعوت دی گئی ہے کہ آؤ ہم سب مل کر اپنی عبادت اللہ ہی کے لیے مخصوص کر دیں۔ چنانچہ ہر مومن، ہر نماز کی ہر رکعت میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ: اے مولا کریم! ایاک نعبد۔ ہم تجھے ہی عبادت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ لا نعبد غیرک۔ ہم تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ [تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن: ۲/۳، ۷۴]

(۲)..... طاغوت کیا ہے؟

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

طاغوت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ طاغوت کا معنی شیطان بھی کرتے ہیں، اور طاغوت کا معنی جادو بھی ہے، اور صنم یعنی بت بھی ہے، اور طاغوت کا معنی ساحر جادوگر بھی ہے، اور طاغوت کا ہن: فال نکالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ تو شیطان، بت، جادو اور جادوگر اور فال نکالنے والے یہ سب طاغوت ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: کل ما یُعبد من دون اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جس کی عبادت کی جاتی ہے، مثلاً: لات ہے، منات ہے، عزی ہے، کوئی ہو وہ سب طاغوت ہیں۔ اور مومن کا فریضہ ہے طاغوت کا انکار کرنا، شیطان کی اطاعت کا، بتوں کی عبادت کا انکار کرنا، جادوگروں کے جادو کا انکار کرنا، اسی طرح فال نکالنے والوں کے پاس جانے سے انکار کرنا۔ ویومن باللہ۔

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ [ذخیرۃ الجنان: ۳۰۵/۲، ۳۰۶]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

امام ابن ہشام کا قول ہے کہ ہر وہ چیز جو تمہیں راہ راست سے گمراہ کر دے وہ طاغوت ہے، اس تعریف کے مطابق، بت، معبودانِ باطلہ، انسان، جن، شیطان اور ہر وہ چیز طاغوت ہے جو راہ حق سے بھٹکانے کا سبب بنتی ہے۔ [خطبات سواتی: ۱۱۱/۳]

(جاری ہے۔۔۔)

☆.....☆.....☆.....☆

پورے رمضان کا نفلی اعتکاف اور اجتماعی ذکر و درود کا حکم

(ترك التداعى عن الاعتكاف الاجتماعى)

سوال یہ تھا کہ بعض جگہ پورے رمضان کے مہینہ کا اجتماعی اعتکاف ہوتا ہے، اور اس میں ذکر و درود شریف کی اجتماعی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اس پر دارالعلوم کراچی سے ایک جواب لکھا گیا تھا جو حضرت فقیہ العصر کی خدمت میں غور کرنے کیلئے پیش کیا گیا، جس پر حضرت رحمہ اللہ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز محترم مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا مرسلہ خط ملا اور اس سے پہلے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والا ایک فتویٰ بابت اجتماعی ذکر و درود کی مجالس اور پورے ماہ رمضان المبارک کا نفلی اعتکاف جو ہر سال بعض مقامات میں ہو رہا ہے بھی ملا تھا، احقر کے فہم ناقص میں جو کچھ آیا ہے وہ عرض ہے، اس پر غور کر لیا جائے۔

(۱)..... جس عبادت کو شریعت نے کسی خاص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی اس کے لیے کوئی خاص طریقہ مقرر کرنا اور اس کو شریعت کا حکم سمجھنا یا اس کو اہتمام اور اجتماع سے اداء کرنا احداث فی الدین اور بدعت میں داخل ہے۔

عن النبی ﷺ قال لا تختصوا ليلة الجمعة بقیام من بین الیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الايام إلا أن یکون فی صوم یصومه أحدکم. [مسلم: ۳۶۱/۱]
اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فضیلت کی وجہ سے جمعہ کی رات کو نماز وغیرہ کے لیے اور دن کو روزہ کے لیے خاص کرنا منع ہے۔ مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لأن ذکر الله إذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد به المشروع؛ لأنه خلاف الشرع. [البحر الرائق: ۱۵۹/۲]
جب شریعت نے ذکر اللہ کو کسی خاص وقت کے ساتھ یا جہر و اخفا اور اجتماع و انفراد، کسی خاص کیفیت اور ہیئت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا تو اس کو اپنی طرف سے کسی خاص وقت یا کسی خاص کیفیت کے

ساتھ متعین کر دینا غیر مشروع ہوگا کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی، لہذا وہ خلاف شرع ہوگا، ”فتاویٰ بزازیہ“ میں جہر بالذکر کا مسئلہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عن فتاویٰ القاضی أنه حرام لماصح عن ابن مسعود أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي ﷺ جهراً وقال لهم ما أراكم إلا مبتدعين.“
[شامی: ۳۸۰/۵]

حموی میں ہے:

”فی فتاویٰ لقاضی: الجهر بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیہ الصلوۃ جہراً، فراح إلیهم، وقال ماعہدوا ذلک علی عہدہ علیہ الصلوۃ والسلام، وما أراکم إلا مبتدعین، فما زال یدکر ذلک حتی أخرجہم من المسجد.“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں کو اس طرح درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور اس کی یہ وجہ یہ فرمائی کہ ماعہدوا ذلک علی عہدہ ﷺ یعنی یہ کیفیت ذکر درود شریف پڑھنے کی آپ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی۔ اس احداث ہیئت جدیدہ کی وجہ سے اس طرح پڑھنے والوں کو مبتدع قرار دیا۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ مسجدوں میں اجتماعی ذکر اور درود شریف پڑھنا بدعت ہے۔ چاشت کی نماز صحیح احادیث کے ساتھ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت کی ہے لیکن آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں اجتماعی ہیئت سے خاص اہتمام اس کے لیے نہیں ہوتا تھا بلکہ کیف ما اتفق جہاں جہاں بھی کوئی ہوتا تھا وہاں ہی وہ نماز چاشت ادا کر لیتا تھا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس نماز کے لیے مسجدوں میں اجتماع اور خاص اہتمام سے دیکھا تو ان کے اس فعل کو بدعت قرار دیا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر دونوں مسجد میں داخل ہوئے، فلما إذا عبد اللہ بن عمر جالس إلی حجرة عائشة، والناس یصلون الضحی فی المسجد، فسألناہ عن صلوتہم فقال: بدعة.“ [بخاری: ۲۳۸/۱، مسلم: ۴۰۰/۱]

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”مراده أن إظهارها فی المسجد والاجتماع لها هو بدعة لأن أصل صلوۃ الضحی بدعة.“

(۱)..... نماز تہجد کی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز تہجد کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن اس کے لیے اجتماع کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمہ اللہ ایسے

ہی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”نماز تہجد والجماعت گزارندہ از اطراف وجوانب در اس وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بجمعیہ تمام اداء می نمایند و این عمل مکروہ است بکراہتہ تحریمہ جمع از فقہاء کہ تذاعی شرط کراہتہ داشتند جواز جماعت نفل ایں قید بناحیہ مسجد ساختہ زیادہ در سہ کس را با اتفاق مکروہ گفتہ اند۔“ [مکتوبات: ۱۰/۳]

(۲)..... نفلی عبادات کے لیے تذاعی اور اہتمام سے ان کی دعوت دینا مکروہ ہے۔ اور مواظبت نفلی بھی تذاعی میں داخل ہے۔ اس طرح اجتماع بغیر تذاعی بھی مکروہ ہے۔ وفي الإمداد: ”ويحصل القيام بالصلوة نفلاً فرادى من غير عدد مخصوص وبقرأة القرآن والاحاديث وسماعها. الخ“

أشار بقوله: ”فرادى“ أى ما ذكره بعد فى متنه من قوله ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالى فى المساجد وتمامه فى شرحه وصرح بكراهة ذلك فى الحاوى القدس، وقال وما روى من الصلوات فى هذه الأوقات يصلى فرادى غير التراويح. قال فى البحر: ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلوة الرغائب التى تفعل فى رجب فى أول جمعة منه. [شامى: ۶۲۲/۱]

ويمكن أن يقال الظاهر إن الجماعة فيه غير مستحبة ثم إن كان ذلك إحياءاً كما فعل عمر كان مباحاً غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث، وعليه يحمل ما ذكره القدورى فى مختصره، وما ذكر فى غير مختصره يحمل على الأول اه. قلت: ويؤيده أيضاً ما فى البدائع من قوله إن الجماعة فى التطوع ليست بسنة إلا فى قيام رمضان اه. فإن نفى السنية يستلزم الكراهة، نعم! إن كان مع المواظبة كان بدعة فيكره. [شامى: ۶۲۲/۱]

وتر حالانکہ من وجہ نفل ہیں، پھر بھی ان کی جماعت علی سبیل المواظبة بدعت اور مکروہ ہے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کی جماعت ثابت بھی ہے۔ درمختار کے قول علی سبیل التذاعی بأن يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر: پھر ”مغرب“ سے تذاعی کی یہ تعریف لکھی ہے: ”هو أن يدعو بعضهم بعضاً كما فى ”المغرب“ وفسره ”الوافى“ بالكثرة وهو لازم معناه.“

[شامى: ۶۲۲/۱]

معلوم ہوا کہ بعض کا بعض کو دعوت دینا تو تذاعی کے حقیقی معنی ہیں اور بغیر بلائے مجمع کثیر بھی اس تذاعی میں داخل اور اس کے لازمی معنی ہیں، اس پر بھی کراہت کا حکم لگایا جائے گا۔ جبکہ ”درمختار“ میں اوپر تصریح کی گئی ہے کہ چار افراد کی اقتداء مکروہ اور تذاعی ہے۔ اس وجہ سے اگر ایک دو نے جماعت شروع کی بعد میں زیادہ آدمی آگئے تو اب بعد میں آنے والوں پر کراہت ہوگی۔ بقى لو اقتدى به واحد أو اثنان

ثم جاءت جماعة اقتدوا به قال الرحمتى ينبغى أن تكون الكراهة على المتأخرين اهـ .
[شامی ایضاً]

تداعی کے معنی صرف دعوت دینے کے ہی نہیں کثرت سے بھی تداعی ہو جاتی ہے اور اعلان وغیرہ جس سے کثرت ہوتی ہو سب تداعی میں داخل ہیں۔

ہر سال پورے ماہ مبارک کے نفلی اعتکاف میں کئی مفاسد اور پرکی عبارات کو ملحوظ رکھ کر عرض ہیں، کہ ہر سال اس پر مواظبت کرنا مکروہ ہے پھر اس کا اعلان ماہناموں وغیرہ میں ہوتا ہے یہ بھی تداعی ہے اور مکروہ ہے، عوام اس کا اجتماع اہتمام سے کرنے لگے ہیں۔ شاید آگے چل کر یہ التزام مالا یلتزم میں داخل ہو جائے، فہمیدہ و سمجھدار لوگ اس کو نفل ہی سمجھتے ہیں، مگر عوام اس کو بھی سنت ہی سمجھیں گے اور جس طرح ضرر لازمی سے بچنا ضروری ہے متعدد ضرر سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

اگر نبی کریم ﷺ سے ایک مرتبہ پورے ماہ مبارک کا اعتکاف ثابت بھی ہو تو پھر بھی اس کو سنت قرار دینا اور اس پر مواظبت کا عمل کرنا مکروہ ہوگا۔ جیسا کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اگر حضور ﷺ نے ہر عشرہ کا الگ اعتکاف کیا ہو تو یہ صورت متنازعہ سے غیر متعلق ہوگا کہ اس میں پورے ماہ مبارک کا مسلسل اعتکاف کیا جاتا ہے پھر بڑا مفسدہ یہ بھی پیش آ رہا ہے کہ نفل اعتکاف کی سہولتوں (مثلاً بغیر ضرورت مسجد سے نکلنا وغیرہ) سے سنت اعتکاف کرنے والے بھی مستفید ہونے لگتے ہیں اور عوام میں یہ امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ کہ اس اعتکاف کا اتنا حصہ سنت ہے اور اتنا حصہ نفل اور دونوں کے احکام مختلف ہیں خصوصاً جبکہ پورے مہینہ کا اعتکاف نفلی ہی کر لیا گیا ہو تو سنت اعتکاف کرنے والوں کو عشرہ اخیرہ میں بڑا غلبان ہوگا کہ اس میں یہ نفلی اعتکاف کرنے والے آزاد نہ چلتے پھرتے ہیں اور ٹیلی فون وغیرہ بھی مسجد سے باہر جا کر استعمال کرتے ہیں۔ اور شوال کی چاند رات سے پہلے ہی وہ دوسری جگہ کا سفر بھی اختیار کر لیتے ہیں اس سے یقیناً غلبان ہوگا اور بھی اس قسم کے استثناء آئے۔ پھر اس میں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ عشرہ اخیرہ کے سنت اعتکاف کو ترک کر کے پورے مہینہ کے نفلی اعتکاف کو اختیار کر لیا گیا ہے جو نفل کو سنت پر عملاً ترجیح ہے جو کسی طرح بھی بغیر خاص وجہ کے شرعاً پسندیدہ نہیں ہے۔

ایسے مفاسد کے ہوتے ہوئے اس مسئلہ صورت کے جواز پر فتویٰ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تداعی اور اعلان ہی نفلی عبادت کے لیے اس کے منع کرنے کے لئے کافی ہیں کوئی اور مفسدہ ہو یا نہ ہو۔ احقر کے نزدیک تو کسی بزرگ کے انتقال پر مدارس میں اجتماعی قرآن خوانی بھی اس ذیل میں آتی ہے۔ اگر انتقال کے اعلان سے ہو اور اگر پہلے سے کسی اور وجہ سے جمع ہیں تو پھر بھی بہتر تو یہی ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہو کر قرآن کریم

کی تلاوت کریں تاکہ دیکھنے والوں کو اجتماع للقرآن کا شبہ نہ ہو لیکن اس صورت میں چونکہ اجتماع للقرآن نہیں ہے اس لیے گنجائش معلوم ہوتی ہے، ترغیب کے لئے تو اجتماع ضروری نہیں ہے۔ انفرادی بھی قراءۃ کی جاسکتی ہے اور یہی ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا معمول تھا، ترغیب کے جواز سے اجتماع کا جواز لازم نہیں آتا۔ اس ذکر و درود شریف کے پڑھنے میں اگر اجتماع ہوتا ہے تو اس کا حکم پہلے گزر چکا اور اچھی طرح واضح ہو چکا کہ یہ مکروہ اور بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتماعی ذکر کرنے والوں اور درود شریف پڑھنے والوں کو مبتدع فرمایا اور ہیئت جدیدہ کے احداث کو اس کی علت قرار دیا، اس صورت میں یہ اجتماع اور احداث ہیئت جدیدہ دونوں موجود ہیں تو اس کا جواز کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی تاکید فرمانے سے اجتماعی ذکر کا ثبوت تو لازم نہیں آتا، انفرادی ذکر اللہ کی کثرت بتلائی جائے تو بھی مقصود حاصل ہے۔ جیسا کہ مظاہر علوم سہارنپور اور خانقاہ تھانہ بھون میں عمل تھا، یہی طرز خانقاہ رائے پور کا رہا ہے، ان خانقاہوں میں اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ذکر کی ہمیشہ بکثرت تلقین ہوتی رہی اور اس پر عمل رہا اور مشائخ کے بعض طرق میں جو ذکر بالجہ مروج ہے یا تو شاذ لیہ طریقہ میں اجتماعی ذکر مروج ہے، وہ بطور علاج کے ہے، وہ سنت نہیں ہے، اس کو سنت سمجھنا بدعت ہے۔

جب اس طریقہ پر ذکر سے پہلے فضائل ذکر کا بیان ہوگا، اُس کے بعد اس طریقہ پر ذکر ہوگا تو لازماً سامعین اس ذکر کو اُن فضائل کا مورد اور سنت سمجھیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ پر ذکر سنت نہیں ہے، بلکہ کسی شیخ کا تجویز کردہ علاج ہے، اس مغالطہ سے بچنا ضروری ہے اور چونکہ یہ طریقہ ہمارے اکابر مذکورہ کے موافق نہیں اور نہ ہی یہ سنت ہے اگرچہ بعض سلسلوں میں رواج پذیر ہے، لیکن چونکہ اس میں سنت ہونے کا مغالطہ بھی ہوتا ہے، اس لیے قابل ترک ہے۔ انفرادی طور پر ذکر اللہ کی خوب تلقین کی جائے اور حسب فرصت اس کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع اور اپنے اکابر کی اتباع کی توفیق عنایت فرمائیں آمین ان اربید الا اصلاح ما استطعت، و ماتوفیقی ایلہا اللہ، علیہ توکلت و ایلہ انیب۔

کتبہ الأحقر الأفقر إلى الله الغنی السيد عبدالشکور ترمذی

خادم الطلبة فی المدرسة الحقایہ بساہیوال

من مضافات سر جودھا..... المرقوم: ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

☆.....☆.....☆.....☆

مکتوب سلیم..... بسلسلہ فسق یزید

مکرم بندہ زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ آپ نے جو استفسار فرمایا ہے اس سلسلے میں احقر کا موقف حسب ذیل ہے:
یزید کے متعلق میرا نقطہ نظر بالکل وہی ہے جو ہمارے اکابر کا نقطہ نظر ہے۔ میں یزید کے فاسق ہونے کے بارے میں کسی تردد کا شکار نہیں ہوں۔ فسق یزید کا بنیادی سبب اُس کے دورِ امارت کے یہ تین واقعات ہیں:

[۱] سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کا عدم قصاص۔ باوجود اس کے کہ یزید ایک برسرِ اقتدار اور طاقت ور حکمران تھا، لیکن اس نے کوفے میں اپنے گورنر عبید اللہ ابن زیاد کو اس سنگین جرم پر کوئی سزا نہ دی۔

[۲] واقعہ حرہ۔ شامی فوج نے تین دن تک مدینہ منورہ کی عزت اور حرمت کو پامال کیا۔ کئی ہزار صحابہؓ اور تابعینؓ شہید کر دیے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی شریف میں اذان و اقامت موقوف ہو گئی۔

[۳] محاصرہ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف پر سنگ باری۔ ۶۳ ہجری میں شامی فوج کے امیر مسلم ابن عقبہ نے مدینہ طیبہ کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے لیے مکہ مکرمہ کی راہ لی۔ وہ مقام ابواء پر پہنچ کر بیمار ہو گیا اور مکہ شریف تک نہ پہنچ سکا، مگر اس نے اپنی موت سے قبل حصین بن نمیر کو شامی فوج کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ اب یہ لشکر ۲۶ محرم ۶۳ ہجری کو مکہ کے قریب پہنچا۔ اہل مکہ سے یزید کی بیعت کے لیے کہا گیا۔ طرفین، جس میں ایک طرف حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری طرف شامی فوج تھی، میں لڑائی ہوئی۔ شامی فوج نے کوہ ابوتیس پر منہ نقی نصب کر کے بیت اللہ شریف پر سنگ باری شروع کی، جس سے بڑے بڑے پتھر حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روہ رو گرتے تھے۔ بیت اللہ کا طواف موقوف ہو گیا۔ بعض تاریخی شواہد میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ تین ربیع الاول کو شامی فوج نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی جس سے اس کے چھت اور پردے جل گئے۔

متذکرہ تینوں واقعات کی تفصیل تاریخ کی بڑی کتابوں میں درج ہے۔

باقی جہاں تک شیعہ فرقے کی خرافات اور بہتان طرازیوں کا تعلق ہے تو اس سے حضراتِ خلفائے ثلاثہ، حضرت معاویہ اور امہات المؤمنین میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک مستثنیٰ نہیں۔ روافض نے جب ان اکابر صحابہ کے خلاف ایک طومار تصنیف کر دیا ہے تو اس سے اندازہ لگایا ہی جاسکتا ہے کہ اس فرقے نے یزید کے متعلق کیا کچھ خرافات و ہذلیات نہ وضع کی ہوں گی۔ تاہم متذکرہ تین واقعات تاریخی تسلسل میں متواتر ہیں اور اکابر اہل سنت نے ان پر اعتقاد کیا ہے۔

حلقہ اہل سنت کو حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضرات اہل بیت اطہار [جس کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات، تمام بنات طاہرات اور تمام بنین طہمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں] کے فضائل و مناقب کو پوری سرشاری اور ایمانی جذبے کے ساتھ بیان کرنا چاہیے اور جو لوگ یزید کی مدح و توصیف بیان کرتے ہیں ان کا راستہ روکنا چاہیے۔

میرا خیال ہے آں جناب کے مکتوب کے جواب میں اتنی وضاحت کافی ہوگی۔

والسلام..... سلیم اللہ خان

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ..... ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۵ء

مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی..... صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

بشکریہ: ضرب مومن

اثر جون پوری

اللہ پوچھے گا!!..

جو کوئی ظلم ڈھائے گا اُسے اللہ پوچھے گا کسی کا حق دبائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 نہیں ہے ملک میں قانون کوئی سودی حرمت کا یہاں جو سود کھائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 تو حاصل یہ کہ لا قانونیت ہے ملک میں نافذ جو کوئی شے چرائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 نہیں آئے گا اب قاتل کی خاطر حکم پھانسی کا جو کوئی خوں بہائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 نہیں مظلوم کی فریاد کا اب فائدہ کوئی جو کوئی ظلم ڈھائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 بس اب فحاشی و عریانی پہ قدغن نہیں کوئی اگر عزت لٹائے گا اُسے اللہ پوچھے گا
 دیا ہے مضحکہ خیز اے اثر! یہ فیصلہ جس نے
 وہ جب محشر میں جائے گا اُسے اللہ پوچھے گا

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ستمبر ۱۹۴۳ء کی ایک شام تھی۔ دہلی کی وسیع گاندھی گراؤنڈ میں لوگوں کا ٹھٹھا لگا ہوا تھا جو شہرہ آفاق مقرر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سننے آئے تھے جن کے متعلق مولانا محمد علی جوہر نے ایک بار فرمایا تھا: ”شاہ صاحب! آپ کی زبان میں سحر ہے۔ آپ مقرر نہیں ساحر ہیں۔ اگر آپ نیکی کی تلقین کریں تو عوام کو راہِ راست پر لگا دیں گے اور اگر برائی کا پرچار کریں گے تو لوگوں کو گمراہ کر دیں گے۔“ رات کے آٹھ بجے شاہ صاحب جلسے میں تشریف لائے۔ سارا میدان ”اللہ اکبر“ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ شاہ صاحب کی مسحور کن شخصیت ڈاؤن پر نمودار ہوئی۔ ان کی آواز رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی اور آخر کار ایک گرج میں تبدیل ہو گئی۔ چار گھنٹے تک وہ گرجتے برستے رہے۔ لیکن ان کی تقریر کا سحر لوگوں پر ایسا چھا گیا تھا کہ سارا مجمع دم بخود خاموشی سے ان کی سحر بیانی کو سنتا رہا اور ایک بھی آواز مخالفت میں بلند نہیں ہوئی۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ شاہ صاحب نے بارہ بجے کے بعد جب اپنی تقریر ختم کی تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم لوگ اس سحر سے آزاد ہو گئے جو شاہ صاحب نے سامعین پر کر رکھا تھا۔

شاہ صاحب کی سحر بیانی کے تذکرے تو بہت سنے تھے لیکن انہیں بذاتِ خود سننے کا پہلا اتفاق تھا۔ جیسا سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ واقعی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس صدی کے عظیم ترین مقررین میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔ شاہ صاحب ایک فقیر منش انسان تھے۔ امارت اور استعاریت سے انہیں ہمیشہ نفرت رہی۔ انہوں نے برطانوی استعمار اور ان کے حواریوں اور ٹوڈیوں کی ہمیشہ مخالفت کی۔ ان کی زبان نے نوابوں اور خان بہادروں کی ہمیشہ کاٹ کی۔ وہ زندگی بھر غریب عوام اور اسلام کے پر جوش مبلغ رہے۔ مجلس احرار کے ایک اہم ستون ہونے کی وجہ سے انہوں نے مسلمانانِ پنجاب میں سیاسی اور مذہبی بیداری پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

شاہ صاحب ۱۸۹۲ء میں پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ سید ضیاء الدین احمد اور دادا کا نام سید نور الدین احمد تھا۔ ان کے والد کشمیر سے جا کر پٹنہ میں آباد ہو گئے تھے۔ شاہ صاحب تین سال کے تھے کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ شاہ صاحب جب سن بلوغت کو پہنچے تو امرتسر تشریف لائے جہاں انہوں نے مولانا نور احمد پسروری، مفتی محمد حسن صاحب اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی سے کتب علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب برطانوی حکومت نے ہندوستان میں رولٹ ایکٹ نافذ کیا تو

سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ جو آخر کار جلیانوالہ باغ کے عظیم المیہ میں انجام پذیر ہوئی۔ اس واقعہ نے شاہ صاحب کو سیاست کے میدان میں لا کھڑا کیا اور شاہ صاحب نے اپنی سحر بیانی سے ملک کے گوشے گوشے میں آگ لگادی۔

شاہ صاحب حقیقی معنوں میں ایک عوامی انسان تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کھدر کا لباس زیب تن کیا اور موٹا جھوٹا کھایا۔ تہ بند کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سمجھ کر ہمیشہ پہنا کرتے تھے۔ جہاں کہیں جاتے تو مسجد میں ٹھہرتے یا اپنے کسی غریب عقیدت مند کے یہاں قیام کرتے۔ امیروں سے وہ دُور بھاگتے تھے۔ بڑے بڑے لوگ شاہ صاحب کو اپنے یہاں مہمان ٹھہرانے کی استدعا کرتے لیکن شاہ صاحب ہمیشہ ٹال جاتے تھے۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے۔ علماء کی بے حد عزت و تکریم فرماتے تھے۔ جب تک زندہ رہے اتحاد بین المسلمین کے لیے کوشاں رہے۔

شاہ صاحب کو علم و ادب اور شاعری سے دلی لگاؤ تھا۔ انہیں عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار یاد تھے۔ خود بھی بڑے پُر مغز شاعر تھے۔ ان کی تقاریر ادبی لطائف اور موزوں اشعار سے پر ہوتی تھی۔ ان میں آواز کے جادو کے ساتھ ساتھ زبان اور بیان کی سحر انگیزی بھی ہوتی تھی۔

برطانوی استعمار کے خلاف شاہ صاحب نے پچاس سال تک مسلسل جنگ کی۔ اُن کی پرجوش خطابت نے ہندوستان سے انگریزوں کے قدم اکھاڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جس کی پاداش میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور زندگی کے گیارہ بیش قیمت سال جیل کی چہار دیوار کے پیچھے گزار دیئے۔ شاہ صاحب کا یہ قول مشہور ہے: ”میں دنیا میں صرف ایک چیز سے محبت کرتا ہوں اور وہ ہے قرآن اور صرف ایک چیز سے نفرت کرتا ہوں وہ ہے انگریز۔“

شاہ صاحب نے ۷۱ سال کی عمر میں ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔ اور اس طرح اس ہنگامہ خیز زندگی کا خاتمہ ہو گیا جس کی تقریروں سے قصر استعمار میں بار بار زلزلہ آ جاتا تھا۔

۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے المیہ نے شاہ صاحب کو ایک مبلغ سے ایک سیاسی رہنما بنادیا۔ اسی سال دسمبر میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ہوا۔ جس میں علی برادران، گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو، ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خان ایسے عظیم رہنما شریک ہوئے۔ برطانوی استعمار کے خلاف بڑی دھواں دھار تقاریر ہوئیں۔ لیکن شاہ صاحب کی شعلہ بیانی کے سامنے ساری تقاریر ماند پڑ گئیں۔ اور اس نے سامعین کے زبردست اجتماع میں ایک آگ لگادی۔ سارے ہندوستان میں شاہ صاحب کا ڈنکا بجنے لگا۔ بغاوت کے اس سیلاب کو روکنے کے لیے ۲۷ مارچ ۱۹۲۱ء کو تین بجے شب میں شاہ صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔ تین سال قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ جس میں تین ماہ قید تنہائی میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔

شاہ صاحب قید سے جب ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو رہا ہوئے تو ہندوستان میں شدھی سنگھٹن کی تحریک زوروں پر تھی۔ برطانوی حکومت نے خلافت کانگریس تحریکوں کے اشتراک کے تحت ہندو مسلمانوں کے مثالی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پنڈت مدن موہن مالویہ اور سوامی شردھانند سے ساز باز کر کے شدھی سنگھٹن تحریک کو ہوا دی تھی جس کی بنا پر ہندوستان کے طول و عرض میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ شاہ صاحب جب جیل سے رہا ہوئے تو ملک کی فضا بالکل بدلی ہوئی تھی۔ ہندو کانگریس اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو چکی تھی۔ مسٹر گاندھی مہاسبانیوں اور خصوصاً پنڈت مدن موہن مالویہ کی مخالفت کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتے تھے۔ ستمبر ۱۹۲۲ء کو ملتان میں اور ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو کوہاٹ میں ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں ہندو مسلم فسادات برابر ہو رہے تھے۔ کوہاٹ کے فسادات کے خلاف بطور احتجاج گاندھی جی نے ۸ ستمبر ۱۹۲۳ء کو مرن برت رکھنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا محمد علی کی تحریک کے تحت ۲۶ ستمبر ۱۹۲۳ء کو دہلی میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس منعقد ہوئی۔ جو بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ شاہ صاحب نے ہندو مسلم فسادات کی ساری ذمہ داری انگریزوں کے سر ڈالی جو درحقیقت شدھی سنگھٹن تحریک کے محرک اور معاون تھے اور خفیہ طور پر ان کی مادی اور مالی امداد کر رہے تھے۔ شاہ صاحب نے اپنی دھواں دھار تقاریر میں انگریزوں کی اس سازش کو پوری طور سے بے نقاب کیا۔ جس کی بنا پر ۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں چھ ماہ قید با مشقت اور پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ قید سے رہائی کے بعد شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا کہ ان کی جرمانے کی رقم محلہ والوں نے ادا کر دی ہے تو انہیں سخت افسوس ہوا کہ حلال کی کمائی انگریزوں کے خزانے میں کیوں گئی؟ اور کئی دن تک محلے والوں سے نفار ہے۔

شدھی سنگھٹن تحریک جب شدت اختیار کر گئی اور یہ محسوس ہونے لگا کہ ہندو مسلم اتحاد اب قصہ پارینہ ہو کر رہ گیا ہے اور آئندہ اس کی امید کرنا نا حاصل ہے۔ کانگریس کے ہندو اکابرین بھی اس معاملہ میں بے بس نظر آتے تھے اور انہوں نے ہاتھ پیر ڈال دیئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے ہندو فرقہ پرستوں کے سامنے سپر ڈال دیا ہے یا وہ بھی درپردہ اس سازش میں شریک ہیں تو متعدد خلافتی رہنما بھی کانگریس سے بدنظر ہو گئے اور نہرو رپورٹ شائع ہونے پر علی برادران اور مولانا حسرت موہانی ایسے قومی رہنماؤں جنہوں نے کانگریس کو ایک فعال جماعت بنایا تھا کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

شاہ صاحب نے بھی جب دیکھا کہ پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے بھی ہندو مہاسبانیوں اور فرقہ پرستوں کو انہیں کی زبان میں جواب دینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے ہندو فرقہ پرستوں کے خلاف دھواں دھار تقاریر کر کے سارے ملک میں آگ لگا دی۔ راجپال کی کتاب کے خلاف جس میں سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی توہین کی گئی تھی۔

۴ جنوری ۱۹۷۷ء کی شب میں مسلمانان لاہور نے ایک اجتماع دہلی دروازہ سے متصل باغ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی دن لاہور کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے شہر میں دفعہ ۱۴۲ نافذ کر دی۔ فیصلہ کیا گیا کہ یہ جلسہ میاں عبدالرحیم کے احاطہ میں کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ مقررین میں مفتی کفایت اللہ، مولانا حبیب الرحمن، چودھری افضل حق اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ جلسہ شروع ہوا تھا کہ ڈپٹی کمشنر گارڈ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے اعتباہ کرنے کے باوجود شاہ صاحب نے اپنی تقریر کو جاری رکھا۔ انہوں نے کہا:

”آج ہم فخرِ رسل خاتم الانبیاء ﷺ کی ناموس برقرار رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کو عزت بخشنے والی کی عزت خطرے میں ہے۔ آج اس جلیل القدر ہستی کی عزت خطرے میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر سارے موجودات کو ناز ہے۔“

سارے اجتماع پر سکوت طاری تھا۔ سامعین مکمل خاموشی سے شاہ صاحب کی مسحور کن تقریر سنتے رہے۔ لیکن جب انہوں نے ناموسِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لیے اپیل کی تو سارا مجمع ایک آتش فشاں بن گیا جو پھٹ پڑنے کے لیے بے قرار تھا۔

غرض یہ کہ ہندوستان نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایسے شعلہ فشاں اور سحر بیان مقرر بہت کم پیدا کیے ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

جانابز مرزا مرحوم

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ

ایسا غم خوار مسلمان کہاں ڈھونڈیں گے کھو گیا واقفِ قرآن کہاں ڈھونڈیں گے
بے خطر آتشِ نمرود میں جو کود پڑے ایسا ملت کا نگہبان کہاں ڈھونڈیں گے
فیصلے دل کے نگاہوں سے کیے ہوں جس نے ایسا درویش مسلمان کہاں ڈھونڈیں گے
جس کی لکار سے لرزاں تھے سگانِ باطل ختمِ مرسل کا وہ دربان کہاں ڈھونڈیں گے
کل ہمیں سنتِ یوسف کی ضرورت ہوگی ہائے وہ واقفِ زندان کہاں ڈھونڈیں گے
جذبہ موت بھی ہے دار و رسن بھی لیکن جانِ منصور کی پہچان کہاں ڈھونڈیں گے
سطوتِ شاہ سے مرعوب نہ ہونے والا کتنا بے باک تھا انسان کہاں ڈھونڈیں گے

پاسباں ملک کا اور شریعت کا امیر

ایسا جانابز مسلمان کہاں ڈھونڈیں گے

رجم کی مشروعیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا اثبات رجم کے بارے میں جناب اصلاحی کا موقف..... اور اُس کا حال

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ”تذکرہ قرآن“ میں رجم کے بارے میں نہ صرف یہ کہ جمہور امت سے ہٹ کر کچھ نئی باتیں کہی ہیں بلکہ بعض صحابہؓ و صحابیاتؓ کے بارے میں بھی بہت نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں اور چونکہ صحابہؓ و صحابیاتؓ کا دفاع بھی ہم پر ضروری ہے اس لیے اس (بات) کی پروا کیے بغیر کہ مضمون طویل ہو رہا ہے ذیل میں اصلاحی صاحب کی کچھ باتیں نقل کر کے اُن کا جواب دیا جاتا ہے۔

قال: اس آیت [یعنی الزانیۃ والزانی] راقم [کے ظاہر الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو ہر قسم کے زانی اور ہر قسم کی زانیہ کے لیے عام ہے، لیکن ہمارے فقہاء نے اس عموم پر بعض قیدی عاید کی ہیں..... پانچویں قید تقریباً تمام فقہاء نے اس پر یہ عاید کی ہے کہ اس حد کا تعلق صرف اس زانی سے ہے جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی تو ہوئی ہو لیکن اس نے مباشرت نہ کی ہو۔ رہے وہ جن کی شادی بھی ہو چکی ہو اور جو مباشرت بھی کر چکے ہوں تو ان کے لیے سزا رجم ہے۔ اس رجم کا ثبوت وہ نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عمل سے لاتے ہیں اور اس طرح وہ اس آیت میں بیان کردہ حد کو کنوارے اور کنواری کے لیے خاص کر دیتے ہیں۔ یا یوں کہتے ہیں کہ شادی شدہ زانی اور زانیہ کے حد تک اس کو سنت کے ذریعہ سے منسوخ مانتے ہیں، اس آیت پر فقہاء کی یہ قید بڑی اہم ہے، اس کو تخصیص کہیے یا نسخ، مجرد اخبارِ آحاد کی بنا پر قرآن کے کسی حکم کو اس طرح مقید یا منسوخ کر دینا بہر حال ایسی بات ہے جس پر دل مطمئن نہیں ہوتا، چنانچہ خوارج اس نسخ یا تخصیص کو نہیں مانتے، وہ رجم کا انکار کرتے ہیں اور اس حد کو جو آیت میں مذکور ہوئی ہے ہر قسم کے زانیوں کے لیے عام مانتے ہیں۔

[تذکرہ قرآن: ۵/۳۶۴، ۳۶۵]

اقول: [۱]..... اصلاحی صاحب نے یہ تو مان لیا کہ رجم کا ثبوت آنحضرت ﷺ سے بھی ہے اور خلفاء راشدینؓ سے بھی۔ مگر کہتے ہیں کہ یہ اخبارِ آحاد ہیں۔ حالانکہ یہ اخبارِ آحاد نہیں، اخبارِ متواترہ ہیں۔

[۲]..... نبی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے عمل سے خوارج کی طرح اصلاحی

صاحب کا دل مطمئن نہیں ہوتا تو نہ ہو، امت مسلمہ تو اس کو ہر دور میں مانتی چلی آئی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے اس موضوع پر خوارج کی گفتگو ہوئی، جس کا معنی ابنِ قدامہ [۱۰/۱۲۰ تا ۱۲۲] میں ذکر ہے کاش کہ

اصلاحی صاحب اس کا مطالعہ بھی کر لیتے۔

قَالَ: ان قدیم خوارج سے زیادہ اہم مسئلہ ہمارے لیے جدید خوارج کا ہے۔ [ایضاً: ۳۶۵]

أَقُولُ: اس لیے کہ اصلاحی صاحب کا دل بھی تو قدیم خوارج کی طرف ہی جھکا ہوا ہے۔

قَالَ: جدید خوارج تو ”جلد“ (کوڑے [ناقل]) کو بھی ماننے کو تیار نہیں وہ بھلا رجم کی بات کب سننے والے ہیں۔ [ایضاً: ۳۶۵]

أَقُولُ: جس معنی میں اصلاحی صاحب رجم کو مانتے ہیں کہ اس کو زنا کی نہیں بلکہ ڈاکے کی سزا کہتے ہیں۔ اس کا تو شاید وہ خوارج بھی انکار نہ کرتے ہوں۔

قَالَ: اس وجہ سے ضروری ہے کہ یہ واضح کیا جائے کہ رجم کا ماخذ قرآن میں کیا ہے اور اس آیت کے حکم اور رجم کے حکم میں تطبیق کی کیا شکل ہے۔ میں پہلے ان روایات پر نظر ڈالوں گا جن سے فقہاء نے رجم پر استدلال کیا ہے۔ اس کے بعد قرآن میں رجم کی سزا کا جو ماخذ ہے اس کی نشان دہی کروں گا۔ اور پھر واضح کروں گا کہ رجم کی سزا کس قسم کے مجرموں کے لیے ہے اور نبی ﷺ نے جن کو یہ سزا دی تھی وہ کس قماش کے لوگ تھے۔ [ایضاً: ۳۶۵]

أَقُولُ: [۱]..... جب احادیث متواترہ، نبی ﷺ، خلفاء راشدین کے تعامل اور ساری امت مسلمہ کے اجماع سے ایک مسئلہ ثابت ہے تو قرآن کریم سے اس کا ثبوت ضروری نہیں۔ دیکھئے موزوں پر مسح کو امت جائز مانتی ہے، حالانکہ قرآن کریم میں پاؤں کو دھونے کا حکم ہے۔ اور گذشتہ صفحات میں مرزائیوں کی تفسیر بیان القرآن [۱/۱۴۱ حاشیہ ۷۹۳] کے حوالے سے گزرا کہ وہ بھی موزوں پر مسح کے منکر نہیں ہیں۔

[۲]..... آخری خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں کہ اصلاحی صاحب ان حضرات سے کس طرح نفرت و برأت کا اظہار کر رہے ہیں جن کو اس سزا کے ساتھ تطہیر حاصل ہوئی اور جن کے بارے میں اصولی طور پر یا تصریحاً توبہ کی قبولیت یا دخول جنت کی بشارت دی گئی۔ تصریحاً تو عنقریب آئے گا۔ اصولی طور پر اس طرح کہ آپ نے زناچوری وغیرہ سے منع کرنے کے بعد ایک موقع پر فرمایا: وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ۔ [مشکوٰۃ: ۱۴۰]

قَالَ: فقہاء نے جس روایت کی بنا پر شادی شدہ کے حد تک اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے وہ عبادہ بن صامت سے بدیں الفاظ مروی ہے: عن النبی ﷺ خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلاً..... والثيب بالثيب الجلد والرجم..... اس میں..... شادی شدہ کے لیے ایک ہی ساتھ کوڑے کی سزا بھی مذکور ہوئی ہے اور رجم کی سزا بھی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ دونوں سزائیں ساتھ ہی دی جائیں گی؟ اس کا جواب

ہمارے فقہاء حنفی اور شافعی دونوں یہ دیتے ہیں کہ جلد اور رجم دونوں سزائیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں اور حدیث میں کوڑے مارنے کی جو سزا مذکور ہے وہ نبی ﷺ اور صحابہؓ کے تعامل سے منسوخ ہو گئی، شادی شدہ کے لیے صرف رجم ہے۔ [ایضاً: ۳۶۶]

اَقُولُ: اصلاحی صاحب کو اور کیا چاہئے؟ ایک مسئلہ پر حنفی اور شافعی فقہاء اکٹھے ہو جائیں اور بات بھی بلا دلیل نہیں، ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے تعامل سے بہتر عمل تو ہو نہیں سکتا۔ اور اصلاحی صاحب کے پاس سوائے باتوں کے اور کیا ہے؟

قَالَ: عبادہ بن صامت کی یہی روایت ہے جس کے بل پر سورہ نور کی آیت کو منسوخ ٹھہرایا گیا۔ [ایضاً]

اَقُولُ: حضرت عبادہؓ کی روایت کے علاوہ اور بہت سی قولی فعلی اور تقریری روایات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان میں ایک وہ قولی حدیث بھی ہے جس میں آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو صرف رجم کا کہا تھا، پھر خلفاء راشدین کا تعامل اور ساری امت کا اجماع۔ جو ہیں ہی خوارج اور امت سے باغی، اُن کا کیا کہنا؟

قَالَ: حالانکہ قرآن کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی پھر جب حدیث سے بھی بات نہ بنی تو اس کو دوسری روایات سے منسوخ کر دیا۔ [ایضاً: ۳۶۶]

اَقُولُ: کیا اصلاحی صاحب آیت الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي کو سب کے بارے میں مانتے ہیں؟ مکرہ اور صغیرہ کے بارے میں جناب کیا کہتے ہیں؟ اگر جناب اس کے عموم سے بعض کو مستثنیٰ کرتے ہیں تو امت مسلمہ نے نبی ﷺ کے قول و عمل سے بھی تو بعض کا استثناء ہی کیا ہے۔

قَالَ: ہمارے فقہاء کی اس طرح کی باتیں ہیں جن سے لوگوں کے دلوں میں دین کے متعلق بدگمانیاں پیدا ہوئیں۔ [ایضاً: ۳۶۶]

اَقُولُ: [۱]..... فقہ سے دین کے بارے میں بدگمانیاں پیدا نہیں ہوتیں بلکہ بدگمانیاں دور ہوتی ہیں، اس لیے کہ نصوص متعارضہ میں تطبیق یا ترجیح ہو جاتی ہے۔ جناب کے کہنے کے مطابق اول تو وہ سب نصوص مردود ہو جاتی ہیں جن کو اصلاحی صاحب اپنے تدبر میں قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسرے حدیث اور تاریخ کی روایات قرآن کے مطابق نہیں رہتیں۔ یا تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ غلط لوگوں نے ان کو بنا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور امت مسلمہ نے ان جھوٹی باتوں کو قبول کر لیا۔ اور یا یہ ماننا پڑتا ہے کہ امت مسلمہ نے ان پر کبھی عمل ہی نہ کیا خود معاذ اللہ آنحضرت ﷺ نے پھر خلفاء راشدینؓ نے اس پر عمل نہ کیا۔ اور اصلاحی صاحب جیسے تو لکھ کر رائے شائع ہی کرتے ہیں، عمل کا نفاذ تو یہ بھی نہ کر سکے۔

[۲]..... کسی ایک مسئلہ کے بارے میں رائے دینا کوئی بڑی بات نہیں، فقہاء نے کامل دین کو

مرتب پیش کر دیا، مثلاً: یہ کہ وضو میں اتنے فرائض ہیں اتنے سنن ہیں اتنے مستحبات ہیں اتنے مکروہات اور اتنے مفسdat ہیں۔ اصلاحی گروہ کی قابلیت تب پتہ چلے جب اور نہ سہی ”نام حق“ جیسا مختصر سارسالہ ہی لکھ دیتے۔ فقہ کی مختصری کتاب کی تو نقل نہ اتار سکیں اور اعتراض کریں بڑے بڑے ائمہ پر۔!!

[۳]..... یہ وہی فقہاء ہیں جن کو کبھی نہ کبھی ماننا اصلاحی صاحب کی بھی مجبوری ہے، چنانچہ طہارت کے بارے میں لکھا کہ: ”اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔“ [تدبر قرآن: ۲/۳۶۹] احکام میراث کے بارے میں بھی کہا کہ: ”ان کی تفصیل فرائض کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔“ [تدبر قرآن: ۲/۲۶۰] اگر یہ اتنے ہی برے تھے تو اصلاحی صاحب نے ان کا حوالہ کیوں دیا؟

قال: دوسری روایت جو اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے دل پر جبر کر کے، میں اس کو نقل کیے دیتا ہوں: عن ابن عباس قال قال عمر قد خشيت ان يطول بالناس زمان حتى يقول قائل لا نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزلها الله قد قرأنا الشيخ والشيخه اذا زنيا فارجموهما البتة..... (بوڑھی بوڑھا جب زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو لازماً سنگسار کر دو)..... میں نے جیسا کہ عرض کیا اس روایت کو نہایت کراہت کے ساتھ محض اس لیے نقل کیا ہے کہ اصل حقیقت تک پہنچنے کے لیے راہ کی ان الجھنوں کو صاف کرنا ضروری ہے جو زنادقہ کی پھیلائی ہوئی ہیں اور ہمارے مفسرین اور فقہاء کی سادگی کی وجہ سے تفسیر اور فقہ کی کتابوں میں بھی ان کو جگہ مل گئی ہے۔ [ایضاً: ۳۶۶]

أقول: [۱]..... صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک جیسی اعلیٰ کتابوں میں سند کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ قرآن پاک میں رجم کی آیت نازل ہوئی تھی۔ [دیکھئے بخاری: ۲/۱۰۰۹، مسلم: ۲/۶۵، مؤطا امام مالک: ۲/۸۲۴ طبع بیروت] پھر امام ابن قدامہ جیسے قابل اعتماد فقہاء اس کو نقل کرتے آئے ہیں۔ [دیکھئے مغنی: ۱۰/۱۲۱]۔ حافظ ابن کثیر جیسے ناقد محدث اپنی تفسیر میں اس کو لاتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں: وهذه طرق كلها متعددة متعاضدة ودالة على ان آية الرجم كانت مكتوبة ففسخ تلاوتها وبقي حكمها معمولاً بها والله اعلم۔ [تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۶۲] اگر ایسی مستند کتابوں پر زنادقہ کے اثرات ہیں تو قرآن کے محفوظ رہنے کی اصلاحی صاحب کے پاس کیا دلیل ہے؟ ساری امت تو سادگی میں ماری گئی، عقل اور فہم و بصیرت تو شاید اصلاحی اور اس کے مقلدین ہی کو نصیب ہوئی یا مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو جو نہ اس روایت کو مانتے ہیں اور نہ اس بات کو مانتے ہیں کہ زانی محسن کی سزا رجم ہے۔

قال: اس میں حکم بیان ہوا ہے بوڑھی زانیہ اور بوڑھے زانی کا۔ ہر شادی شدہ کا بوڑھا ہونا تو ضروری نہیں ہے! پھر دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کہاں رہی؟ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: یہاں شیخ اور شیخ سے ثیب اور ثیبہ مراد ہیں اور ثیب، ثیبہ کا شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ لغت میں شیخ کا معنی صرف بوڑھے کے نہیں ہوتے بلکہ معزز و محترم کے بھی ہوتے ہیں، چنانچہ اہل عرب ادب سے ہر کسی کو یا شیخ کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں، شیخ الحدیث یا شیخ التفسیر میں شیخ کے معنی بوڑھے کے نہیں استاد اور ماہر کے ہیں۔ سعودیہ میں آل الشیخ سے کسی بوڑھے کی اولاد مراد نہیں لیتے بلکہ خاص شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی اولاد مراد ہوتی ہے۔ اور سنئے حضرت سمرہ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **اَقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَحْيُوا شُرَحَّهُمْ أَيْ صَبَّيَانَهُمْ**۔ [ترمذی: ۲۹۲۱/۱ طبع دہلی، مشکوٰۃ: ۳۴۳] دوسری روایت میں ہے: **اَقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا شُرَحَّهُمْ**۔ [ابوداؤد: ۱۵۸۲ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور]

اس حدیث میں شیوخ سے مراد بوڑھے کمزور لوگ نہیں، بلکہ طاقتور صحت مند مرد مراد ہیں۔

چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں:

(اقتلوا شیوخ المشرکین) أى الرجال الأقویاء أهل النجدة والبأس، ولم یرد الهرم الذی لا قوة له ولا رأى [فیض القدر: ۷۶۲/۷] ترجمہ: ”شیوخ سے بہادر لڑنے والے قوی مرد مراد ہیں، ایسے بوڑھے مراد نہیں جن کی نہ کوئی قوت نہ کوئی رائے“۔
مولانا غلیل احمد سہارنپوریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال القاری اراد ما یقابل الصبیان واما الشیخ الفانی فلا یقتل الا اذا کان ذا رأى قال ابو عبید اراد بالشیوخ الرجال والشبان اهل الجلد منهم والقوة علی القتال ولم یرد الهرم الذین اذا سبوا لم ینتفع بهم للخدمة [بذل المجہود: ۱۱/۴] ترجمہ: ”ملا علی قاریؒ کہتے ہیں (یعنی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) میں کہ شیوخ سے مراد صبیان کے مقابل ہیں جو شیخ فانی ہے اسے قتل نہ کیا جائے گا مگر جبکہ (لڑائی میں) رائے رکھتا ہو ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ شیوخ سے مضبوط اور لڑائی کی قوت رکھنے والے جوان مرد مراد ہیں، وہ بوڑھے مراد نہیں جن کو گرفتار کیا جائے تو ان سے خدمت میں بھی کوئی فائدہ نہ ہو“۔

الغرض شیخ سے مراد ہمیشہ بوڑھا نہیں ہوتا اور یہاں دوسری نصوص کی رو سے امت مسلمہ کے ہاں ثیب اور ثیبہ ہی مراد ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والتارک لدینہ المفارق للجماعة۔ [بخاری: ۱۰۱۶/۲، مسلم: ۵۹/۲] امام مالک لکھتے ہیں: **الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ يَعْنِي الثَّيِّبَ وَالثَّيِّبَةُ**۔ [موطا: ۸۲۴/۲]

الغرض جب امت مسلمہ کے ہاں یہاں **الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ** سے مراد سے **الثَّيِّبُ وَالثَّيِّبَةُ**

ہے۔ ☆ نیز ارشاد نبوی ہے: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يذكهم (وفی رواية) ولا ينظر إليهم ولهم عذاب أليم: شيخ زان وملك كذاب وعائل مستكبر [مسلم: 1/1، مشکوٰۃ: ۴۳۳] نواب قطب الدین اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ شیخ سے مراد محسن یعنی بیابا ہوا ہے برابر ہے کہ جوان ہو یا بڑھا، اور اس کے حق میں زنا کے بدتر ہونے کی وجہ سے شرعاً و عرفاً اس پر سنگساری واجب ہوئی جیسا کہ شیخ سے مراد بیابا ہوا ہے آیت منسوخہ الشیخ والشیخ نسخة الخ میں [دیکھئے مظاہر حق: ۱۸۲/۴] غرض یہ کہ اصلاحی صاحب کا اعتراض فقہاء پر تو برائے نام ہے اس کا اعتراض تو دراصل ان احادیث پر ہے جن سے فقہاء نے یہ مسائل لئے ہیں۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ بَيِّنْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ.

قال: اس روایت پر غور کریں تو ہر پہلو سے یہ کسی منافق کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور مقصود اس کے گھڑنے کا قرآن کی محفوظیت کو مشتبہ ٹھہرانا اور سادہ لوحوں کے دلوں میں دوسوہ پیدا کرنا ہے کہ قرآن کی بعض آیات قرآن سے نکال دی گئی ہیں۔ [ایضاً: ۳۶۶، ۳۶۷]

اقول: [۱]..... حدیث پر جرح کرنا محدثین کا کام ہے، سب محدثین نے اس کو قبول کیا۔ اصلاحی جرح کی ان کے آگے کیا حیثیت ہے؟ حدیث کی پوری سند محدثین نے دی ہے۔ اصلاحی صاحب کی بات میں صداقت ہوتی نام لے کر باحوالہ ثابت کرتے کہ ان میں سے فلاں راوی منافق ہے۔ بغیر حوالے کے اس جرح کا کیا اعتبار؟

[۲]..... اس طرح تو کسی بھی مسلمان کو یہودیوں کا ایجنٹ کہا جاسکتا ہے کوئی کہے کہ حضرت محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بہت اچھے آدمی تھے، مگر آپ کی طرف نبوت اور نزول قرآن کا دعویٰ کفار و منافقین کا گھڑا ہوا ہے۔ تو اصلاحی صاحب ایسے شخص کی موافقت کریں گے یا اُس کا رد کریں گے اور کس دلیل سے؟ [۳]..... نسخ کا قرآن نے خود ذکر کیا ہے فرمایا: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا أَلَا يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ أَلَّا يَتَذَكَّرُوا. [البقرہ: ۱۰۶] اصلاحی صاحب اگر مرزائیوں کی طرح نسخ کا قائل نہیں تو اُن کی ذاتی رائے دوسروں پر تو مسلط نہیں ہو سکتی، خاص طور پر جوامت پہلے ہو چکی۔

قال: اگر یہ قرآن کی ایک آیت تھی اور نکال دی گئی تو اس بات کا ثبوت ہوا کہ رجم کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا، پھر اس سے رجم کے حق میں استدلال کے کیا معنی؟ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: یہی بات تو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے سمجھائی کہ اس آیت کی تلاوت منسوخ، حکم باقی ہے، اس لیے اعتراض ختم ہے۔ مگر نہ ماننے والوں کا کیا علاج؟

قال: بہر حال یہ روایت بالکل بیہودہ روایت ہے اور ستم یہ ہے کہ اس کو منسوب حضرت عمرؓ کی طرف کیا گیا

ہے۔ حالانکہ ان کے عہد مبارک میں اگر کوئی یہ روایت کرنے کی جرأت کرتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان کے درے سے نہ بچ سکتا۔ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: حضرت عمرؓ کی طرف یہ غلط نسبت کرکس نے دی؟ امام مالکؒ نے کی، یا امام بخاریؒ نے یا امام مسلمؒ نے۔ ذرا ان وضاعین، کذابین کی نشاندہی بھی تو کر دیتے۔ علمی میدان میں ایسی مبہم باتوں سے کام نہیں چلتا۔ اس طرح تو سارا علمی ذخیرہ ہی ناقابل اعتماد ہو جاتا ہے۔

قال: ہمارے فقہاء میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ جب وہ اپنے حریف سے مناظرہ پر آتے ہیں تو جواب نہ پتھر انہیں ہاتھ آجائے وہ اس کے سر پر دے مارتے ہیں، پھر یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی زد خود دین پر کہاں تک پڑتی ہے۔ [ایضاً: ۳۸۷]

اقول: جی ہاں اَلْمَرْءُ يَفْقِسُ عَلَى نَفْسِهِ.

قال: رجم کے ثبوت میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ یہی ہیں اور ان کا جو حال ہے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: اور بھی بہت سی روایات ہیں، بعض کو تو تعامل کہہ کر چل دیئے اور بہت سی روایات کی طرف جناب نے اشارہ تک نہ کیا مثلاً اَلَا بِأَحْدَى ثَلَاثٍ والی روایت، عسیف والی روایت۔

قال: یہ بات بالبداهت معلوم ہے کہ رجم کی سزا نبی ﷺ نے بھی بعض مجرموں کو دی اور خلفائے راشدین نے بھی دی جو لوگ اس امر واقعی کا انکار کرتے ہیں وہ ہر چیز کا انکار کر سکتے ہیں اس وجہ سے مجھے ان کی زیادہ فکر نہیں ہے۔ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: [۱]..... معلوم ہوا کہ رجم کا ثبوت خبر واحد سے نہیں کیونکہ جس کا ثبوت خبر واحد سے ہو وہ اتنی یقینی نہیں ہوا کرتی۔

[۲]..... جس طرح یہ بات بالبداهت معلوم ہے کہ رجم کی سزا نبی ﷺ نے بھی بعض مجرموں کو دی اور خلفائے راشدین نے بھی دی، اسی طرح یہ بھی بالبداهت معلوم ہے کہ جن مجرموں کو اس زمانے میں رجم کیا گیا ان کا جرم زنا تھا، ان کو زنا کی وجہ سے رجم کیا گیا جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ہر چیز کا انکار کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ایسے لوگوں کی زیادہ فکر نہیں کرنی چاہئے۔ فکر ان کی ہونی چاہئے جو امت مسلمہ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔

قال: میں خود رجم کی سزا کا قائل ہوں۔ [ایضاً: ۳۶۷]

اقول: مگر جناب کے قائل ہونے میں اور ہمارے قائل ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، ہم قائل

ہیں آنحضرت ﷺ کی اور خلفاء راشدین کی بات مان کر، اور امت مسلمہ کے ساتھ رہ کر اور اصلاحی صاحب قائل ہیں احادیث صحیحہ کا انکار کر کے، خلفائے راشدین اور امت مسلمہ کو چھوڑ کر، ہم رجم کوزنا کی سزما مانتے ہیں اور جناب کسی اور جرم کی سزما مانتے ہیں۔ کیا جناب کا یہ حال نہیں: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ ثَمَٰثٍ مَّصِيرًا۔
ایک واقعہ:

ایک شخص عذاب قبر کو نہ مانتا تھا، ایک دن کہیں قبرستان سے گزرا تو کسی قبر میں خطرناک منظر دیکھ لیا، آکر مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ میں نے عذاب قبر کو مان لیا۔ مولوی صاحب نے پوچھا تو نے کیسے مانا؟ کہنے لگا میں نے اس طرح قبرستان میں دیکھا۔ وہ مولوی صاحب کہنے لگے ٹھیک ہے مگر تیرے ماننے میں اور ہمارے ماننے میں بڑا فرق ہے۔ کہنے لگا وہ کیا؟ مولوی صاحب نے کہا تو نے مانا ہے خود دیکھ کر اور ہم مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے کہنے سے۔ اسی طرح ہم امت مسلمہ کی طرح رجم کوزنا کی سزما مانتے ہیں اور اصلاحی صاحب اپنے تدبر سے۔ اور وہ بھی اس کوڈا کے کی سزا کا ایک حصہ مانتے ہیں۔ زنا کی نہیں۔

قال: مجرم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جن سے چوری یا قتل یا زنا یا قذف کا جرم صادر ہوتا ہے لیکن اس کی نوعیت یہ نہیں ہوتی کہ وہ معاشرہ کے لئے آفت اور وبال بن جائیں یا حکومت کیلئے لاء اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کر دیں۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو انفرادی حیثیت میں بھی اور جتھہ بنا کر بھی معاشرے اور حکومت دونوں کے لئے آفت اور خطرہ بن جاتے ہیں۔ [ایضاً: ۳۶۸]

اقول: اصلاحی عقل بھی نرالی ہے کہ چوری قتل اور زنا کر کے بھی انسان معاشرے پر آفت نہ بنے۔ گویا یہ شریفانہ کام ہیں۔ ٹھیک ہے جناب! آپ کے ہاں شریفانہ ہوں، اُس غریب سے پوچھیے جس کے گھر چوری ہوئی، اس عورت سے پوچھیں جس کا خاندان مارا گیا ہو، اس بڑھیا سے پوچھنا جس کا ایک بیٹا ہوا اور وہ قتل کر دیا جائے۔ اگر پولیس بھی ساتھ مل جائے تو حکومت کے لئے تو مسئلہ نہیں۔

قال: پہلی قسم کے مجرموں کے لئے قرآن میں معین حدود اور قصاص کے احکام ہیں جو اسلامی حکومت انہی شرائط کے مطابق نافذ کرتی ہے جو شرائط قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں دوسری قسم کے مجرموں کی سرکوبی کیلئے احکام سورہ مائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴ میں دیے ہیں..... اَنْ يُقَتَّلُوا کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس کا ضروری حصہ ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں تاکہ آگے کی بحث کیلئے راہ صاف ہو جائے ہمارے الفاظ یہ ہیں۔ [ایضاً: ۳۶۸]

اقول: [۱]..... امت مسلمہ جو کہتی ہے کہ زانی کو کوڑے مارنے کی شرط یہ ہے کہ وہ غیر شادی شدہ ہو یہ بھی

تو احادیث سے ثابت ہے۔

[۲] کہتے ہیں: ”ہمارے الفاظ یہ ہیں،“ آپ اپنے الفاظ سنبھال کے رکھیں، ہمیں اس سے کیا حاصل کہ جناب نے کیا سمجھا ہے۔ ہمیں تو یہ بتائیے کہ امت مسلمہ نے اس آیت کا کیا مفہوم سمجھا ہے؟

قال: عہد رسالت میں رجم کے جو واقعات پیش آئے ان کی اس مخصوص نوعیت کے پیش نظر امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں انہیں آیت محاربہ کے تحت بیان کیا ہے اور کتاب المحاربین ہی میں ایک ایسی آیت بھی لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں بعض لوگ رجم کی سزا کا ماخذ سورہ مائدہ کی اس آیت کو سمجھتے تھے۔ [ایضاً: ۳۶۹]

اقول: [۱]..... بخاری میں ہی حضرت عمرؓ سے قرآن کریم میں آیت رجم کا ذکر ملتا ہے [دیکھئے بخاری: ۱۰۰۹/۲] اس وقت آپ کو نہ امام بخاریؒ کا نام یاد آتا ہے نہ صحیح بخاری کا۔ یہاں بھی ان کا ذکر برائے نام ہے اصلاحی صاحب کے ہاں قابل اعتماد تو ان کا اپنا تدبر اور اپنی رائے ہی ہے۔ اس لئے جب ان کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے تو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی روایت کو منافقین کی گھڑی ہوئی بتاتے ہیں۔

[۲]..... زنا کی سزا کو کتاب المحاربین میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زنا خود ایک حربہ ہے، اس لئے زنا کا مرتکب محاربین میں داخل ہے یہ مطلب نہیں کہ چھپ کر یا باہمی رضامندی سے نکاح کے بعد بھی زوجین اور طرف سے لذت لیتے ہوں تو ان کی سزا رجم نہیں۔

[۳]..... اسی کتاب المحاربین میں امام بخاریؒ نے آیت الزانیة والزانی کو غیر مھسن کے ساتھ خاص لکھا ہے [دیکھئے بخاری: ۱۰۱۰/۲] اور وہاں ایسی کوئی قید نہ لگائی جو اصلاحی صاحب لگاتے ہیں۔ ویسے بھی اصلاحی صاحب کو بخاری شریف سے استدلال کا کیا حق؟

[۴]..... سود لینے والوں سے قرآن میں اللہ کی طرف سے واضح اعلان جنگ ہے (دیکھئے سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۹) بتائیے تو سہی کہ اگر دو آدمی باہمی رضامندی سے قرض پر سودی معاملہ کرتے ہوں سود لینے والا بھی راضی ہے دینے والا بھی بلکہ سود دینے والا خود کہہ کر سود پر قرض مانگ رہا ہے، یا دوسرا رے باہمی رضامندی سے زیادہ سونا دے کر کم لیتے ہوں حکومت سے ان کی کوئی مخالفت نہیں، تو جناب ان کو محاربین میں مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر قرآن نے ان سے لڑائی کا جو اعلان کیا، اس کا کیا مطلب؟ اور اگر وہ محاربین سے ہیں تو کیا اصلاحی صاحب ان کے رجم کے قائل ہیں؟ کیا انہوں نے کبھی ایسے لوگوں کو رجم کرنے کا حکومت سے مطالبہ کیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہے تو تاریخ میں ایسے لوگوں کے رجم کیے جانے کا کوئی واقعہ پیش کرتے یا کم از کم اپنی کسی تحریر میں ایسے سود خوروں کو رجم کرنے کا حکم لکھتے۔

قال: نبی ﷺ کے عہد میں رجم کا سب سے مشہور واقعہ ماعز کے رجم کا ہے اس شخص کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں ان میں عجیب قسم کا تناقض ہے، بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا بھلا مانس تھا اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نہایت بد خصلت غنڈا تھا۔ میری رہنمائی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ نبی ﷺ نے اسے رجم کی سزا دلوائی اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس وجہ سے ان روایات کو ترجیح دینا ہوں جن سے اس کا وہ کردار سامنے آتا ہے جس کی بنا پر یہ مستحق رجم ٹھہرا۔ [ایضاً: ۳۶۹]

اقول: [۱]..... حضرت ماعزؓ کے بارے میں جتنی روایات ہیں کسی میں بھی ایسے الفاظ نہیں جن کا ترجمہ خط کشیدہ الفاظ ہوں۔ خط کشیدہ الفاظ میں جو کچھ اس نے کہا یہ سراسر صحابی رسول ﷺ پر الزام و بہتان ہے۔ [۲]..... حضرت ماعزؓ کے جنازے کے بارے میں روایات متعارض ہیں [بخاری: ۲/۱۰۰۷] میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ اسی صفحہ کے حاشیہ ۱۰ میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں: روایۃ المثبت مقدمة علی روایۃ النافی۔

[۳]..... اگر آپ ﷺ نے ان کا جنازہ نہ بھی پڑھایا ہو تو بھی ان کے جنتی ہونے کی خبر دی، ان کی چغلی کرنے سے روکا، اور جناب ان کی چغلیاں کر کے بلکہ ان پر بہتان باندھ کر حدیث نبوی کی رو سے مردار سے زیادہ گندی غذا کھا رہے ہیں اور جناب کے پیروکار اس میں ساتھ شریک ہیں، قیامت کا دن ہوگا تو سورۃ النور کی آیت ۲۴ کی رو سے ان جیسوں کے ہاتھ پاؤں ہی ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ [۴]..... کیا یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے جنازہ نہ پڑھائیں کسی کے منافق ہونے کی دلیل ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مقروض کا جنازہ پڑھانے سے انکار کیا۔ ایک صحابی حضرت ابوقنادہؓ نے قرض کا ذمہ اٹھالیا تو آپ نے جنازہ پڑھا دیا۔ [مشکوٰۃ: ۲۵۲] قرض کی ادائیگی کا ذمہ اٹھانے سے فوت شدہ منافق مومن تو نہیں بن جاتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض اس وجہ سے ہم کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت ﷺ کسی کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس لیے ص: ۳۷۰ میں اصلاحی صاحب کا حضرت ماعزؓ کو منافق بلکہ کٹر منافق قرار دینا تو بلا دلیل ہی رہا۔

قال: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو یہ چپکے سے دہک کر بیٹھ رہتا اور مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر شریف بھڑوں اور بیٹیوں کا تعاقب کرتا۔ بعض روایات سے اس تعاقب کی نوعیت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس طرح تعاقب کرتا جس طرح بکرا بکریوں کا کرتا ہے۔ [ایضاً: ۳۶۹]

اقول: [۱]..... تاریخ و حدیث کی کسی کتاب میں کوئی ایک بھی ایسی روایت نہیں جس میں یہ ہو کہ ماعز بن

مالک رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے؟ اصلاحی صاحب کوئی ایسی روایت ایسی دکھائیں مگر یہ ضروری ہے کہ اس میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا نام ہو۔

[۲]..... روایات میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو صرف اور صرف احسان کے بعد زنا کے ارتکاب کی وجہ سے رجم کیا گیا اور یہ بات عبارتہ النص سے ثابت ہے اصلاحی تدبر ہی الٹا ہو تو کوئی کیا کرے؟

قال: آنحضرت ﷺ کا اس کی شرارتوں کی رپورٹ ملتی رہی لیکن چونکہ کسی صریح قانون کی گرفت میں یہ نہیں آیا تھا اس وجہ سے آپؐ نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ [ایضاً: ۳۶۹]

أقول: کیا شریف بہو بیٹیوں کا تعاقب کرنے والے کے بارے میں اصلاحی اسلام میں کوئی قانون نہیں؟ کاش سیرۃ ابن ہشام [۵۱:۳] سے قبیلہ بنو قیقاع کے جلاوطن کرنے کا قصہ ہی پڑھ لیا ہوتا کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی تھی تو سارے قبیلے کو جلاوطن ہونا پڑا۔

قال: بالآخر یہ قانون کی گرفت میں آ گیا آپؐ نے اس کو بلوا کر نہایت تیکھے انداز میں پوچھ پانچ کی، وہ تاڑ گیا کہ اب بات چھپنے سے نہیں چھپ سکتی، اس وجہ سے اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا، جب یہ اقرار کر لیا تو آپؐ نے اس کے رجم کا حکم دے دیا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ [ایضاً: ۳۶۹]

أقول: بخاری [۱۰۷/۲] کے مطابق ہم بتا چکے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپؐ یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ ﷺ نے بعد میں ان کے لیے استغفار کا حکم دیا اور ان کے جنت جانے کی خبر دی۔ لیکن کوئی ان چیزوں کو دیکھنا ہی چاہے تو اسے ہی کہنا چاہیے: **فَلَا نَهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الحج: ۴۶)**

[۲]..... ایک روایت میں یہ تو ہے کہ آپؐ نے پوچھا کیا تو نے زنا کیا؟ مگر یہ تو نہ پوچھا کہ تو میرے بعد عورتوں کا تعاقب کرتا تھا؟ اور اصل دعویٰ دعویٰ یہی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے یہ زرا بہتان ہوا۔

[۳]..... آنحضرت ﷺ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن ابی نے اپنی مجلس میں کہا ہے لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا نیز یہ کہا لئن رجعنا الی المدینة لیخرجننا الاعز منها الا ذل جب آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو قسم کھا کر انکار کر گیا، اس کے بارے میں سورہ منافقین کی آیات نازل ہوئیں [بخاری: ۷۲/۲] غزوہ تبوک میں نہ جانے والے منافقین نے قسمیں کھا کر یقین دہانی کروائی ان کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات ۹۴ تا ۹۶ نازل ہوئیں۔ [بخاری: ۵۲/۲، ۶۷، ۶۸، ۶۹] یہ تھے منافقین۔ اور اصلاحی گروہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو جو نہایت سچی توبہ کر کے حاضر ہوئے منافق اور غنڈا کہہ کر اپنی اور

اپنے ماننے والوں کی آخرت تباہ کرنے کے درپے ہے۔

قَالَ: اس کے رجم کے بعد..... بہت سے لوگوں نے یہ کہا کہ اس شخص کی شامت نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا..... اگرچہ نبی ﷺ نے رجم کے بعد اس کے بارے میں لوگوں کو کف لسان کی ہدایت فرمائی لیکن عام تاثر لوگوں کا یہی تھا۔ [ایضاً: ۳۶۹]

أَقُولُ: [۱]..... حدیثیں عنقریب باحوالہ آرہی ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف کف لسان کا حکم نہیں دیا بلکہ برا کہنے والوں کی مذمت کی اور آئندہ کے لیے ساری امت کو ان کا مرتبہ سمجھا دیا۔ پھر آپ ﷺ کی نصیحت کے بعد امین احسن اصلاحی سے پہلے شاید کسی نے ان کے بارے میں ایسی نازیبا بات نہ کہی۔

[۲]..... پھر جن صحابہ کو ڈانٹ پڑی انہوں نے بھی صرف ان کے زنا کا اور مرجوم ہونے کا ذکر کیا تھا کسی نے ان کو بد معاش غنڈہ یا عورتوں کا تعاقب کرنے والا نہ کہا۔ یہ الزام تو پھر بھی سراسر بہتان ہی رہا۔

قَالَ: دوسرے یہ کہ اس کا کردار ایک نہایت بد خصلت غنڈے کا کردار تھا نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر یہ جنس زدہ بد معاشوں کی طرح عورتوں کا تعاقب کرتا۔ [ایضاً: ۳۷۰]

أَقُولُ: [۱]..... کیا طہر نبی یا رَسُولَ اللہ کہنے والے، جنت کے حقدار بننے والے اصلاحی صاحب کے ہاں انتہائی یعنی اعلیٰ درجہ کے بد خصلت غنڈے ہوا کرتے ہیں؟ اس ظالم کو اپنی رائے پر اتنا فخر ہے کہ اتنے عظیم جنتی کے بارے میں بار بار ایسے الفاظ کہہ رہا ہے اور جرأت سے کہہ رہا ہے۔ خدا کی پناہ ایسے تدبر اور ایسی تحقیق سے۔

[۲]..... منافقین کو آنحضرت ﷺ سے استغفار کرانے کی کیا قدر تھی دیکھو ان کے بارے میں قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں؟ قرآن کہتا ہے: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللہ لَوْ وَا دُّوْهُمْ (المنافقون: ۵)** حدیث میں ہے فدعاهم النبی ﷺ لیستغفر لهم فلو وادوهم۔ [بخاری: ۷۲۸/۲]

قَالَ: تیسرے یہ کہ نبی ﷺ نے اس کی مغفرت کیلئے دعا کی نہ اس کا جنازہ پڑھایا جو اس بات کی شہادت ہے کہ اس کو کفر منافق قرار دیا گیا۔ [ایضاً: ۳۷۰]

أَقُولُ: یہ بات گزر چکی ہے کہ اول تو آپ ﷺ نے اُن کا جنازہ پڑھایا اور اگر نہ بھی پڑھایا تو بھی بعد میں آپ نے ان کے جنتی ہونے کی خبر دی، ان کے لیے استغفار کا حکم دیا۔ جبکہ منافق کے لیے استغفار کی اجازت نہیں (التوبہ: ۸۰) (جاری۔۔۔) ☆☆☆☆

چند الفاظ و تعبیرات سے رجوع..... اور موقف کی وضاحت

برادرانِ اہل السنۃ والجماعۃ!

بندہ ناچیز خادمِ اہل سنت عبدالرحیم چاریاری غفرلہ نے اپنی دو کتابوں ”غامدیت کیا ہے؟“ اور ”عقائد اہل سنت اور مولانا راشدی کی نوازشات“ میں مذہبِ اہل سنت، مشرب دیوبند کی حفاظت کی خاطر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بعض افکار و خیالات، طرزِ عمل و پالیسی اور رجحانات و ترجیحات کو دلائل کی روشنی میں تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بہت سے مخلص احباب نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ آپ کا موقف بجا، باتیں درست اور مطالبات ٹھیک ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر اندازِ تحریر آپ کے اپنے ہی بزرگوں قائدِ اہل سنت وکیل صحابہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور امامِ اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صفدر رحمہ اللہ کے طرزِ تحریر اور اسلوب کے مطابق نہیں ہے۔

جن احباب نے اس جانب بندہ کی توجہ مبذول کرائی بندہ اُن کا انتہائی ممنون اور شکر گزار ہے۔ اور اُن کے لیے دعا گو ہے۔ نیز بندہ اپنی تحریرات کا از سر نو جائزہ لینے کے بعد اس بات کے اعتراف کے ساتھ کہ بندہ کی تحریرات میں اس قسم کے الفاظ و تعبیرات موجود ہیں، کھلے دل سے حقیقی رجوع کرتے ہوئے غیر مشروط و غیر معلق طور پر اعلان کرتا ہے کہ بندہ کی مذکورہ بالا دو کتابوں یا کسی بھی تحریر میں جو الفاظ یا تعبیرات مرشدی حضرت قائدِ اہل سنت اور حضرت امامِ اہل سنت رحمہما اللہ کے اسلوب اور طرزِ تحریر کے مطابق نہیں، بندہ اُن سب سے رجوع کرتا ہے۔ اسی طرح حضراتِ شیعہ خین کے طرزِ تحریر کے خلاف جن الفاظ، انداز، اسلوب، تعبیرات یا تراکیب سے مولانا زاہد الراشدی صاحب یا اُن کے متعلقین میں سے کسی کو دکھ یا تکلیف پہنچی ہو، بندہ اُن سب سے معذرت خواہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بھی اس کوتاہی پر معافی کا خواستگار ہے۔ اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ ان شاء اللہ حتی الامکان حضراتِ شیعہ خین رحمہما اللہ کے اسلوب اور اندازِ تحریر کی پابندی کی مرتے دم تک پوری کوشش کرے گا۔

البتہ فریقِ مخالف کے مخصوص طرزِ عمل اور سابقہ طریقہ واردات کے پیش نظر اس واضح اور صاف رجوع کے ساتھ بندہ یہ وضاحت بھی انتہائی ضروری سمجھتا ہے کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کے جن افکار

وخیالات، طرزِ عمل و پالیسی اور رُوحانات و ترجیحات سے بندہ کو اختلاف تھا، اُن سے اُب بھی ہے۔ کیونکہ مولانا راشدی صاحب نے اُن میں اپنے اکابر و اسلاف کا طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اور کسی ایک سے بھی رجوع نہیں کیا۔ لہذا میرا اُب بھی یہی موقف ہے کہ:

۱۔ مولانا راشدی صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تنقید برداشت ہے۔“..... ہم اہل السنۃ والجماعۃ تو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام پر بھی تنقید برداشت کرنے کے روادار نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ سرورِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر تنقید برداشت کر لیں!!

ہماری معلومات کے مطابق مولانا راشدی صاحب دنیا کے پہلے ”مفکر“ ہیں جو یہ اعلان فرما رہے ہیں۔ ورنہ کوئی بھی مسلمان اسے کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

تو بین رسالت کی سزا سے متعلق پاکستانی قانون کے ساتھ عمار خان ناصر کی طحڑا نہ چھیڑ چھاڑ اور مولانا راشدی صاحب کی طرف سے عمار خان کا ناجائز دفاع بھی درست نہیں۔

پختہ مسلکی ذہن رکھنے والے اکابر و علماء کے سامنے نجی مجالس میں مولانا راشدی صاحب کا عمار خان کے بارے میں ”شدید تشویش“ اور ”پریشانی“ کا اظہار، اُس کی ”ہدایت“ کے لیے دعاؤں کی درخواست اور دوسری طرف برملا عمار خان کی پشت پناہی، حوصلہ افزائی اور اُس کی گمراہی سے انکار بھی مولانا زاہد الراشدی صاحب کی دوہری پالیسی ہے۔ جو غیر منصفانہ اور مغالطہ آمیز ہے۔

۲۔ مولانا راشدی صاحب کا انگریز مصنف کی تحریر کردہ امیر عبدالقادر الجرائری کی سوانح کو متعارف کرانا بھی اسلام، مسلمانوں اور اسلامی اقدار کے لیے مہلک و خطرناک ہے۔

۳۔ مولانا راشدی صاحب کا قاضی عطائ نامی ایک مبینہ قادیانی شخص کی کتاب پر تقریظ لکھنا بھی ہمارے اسلاف کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح مولانا راشدی صاحب کی طرف سے عمار خان ناصر کی قادیانیت نوازی کی اصل حیثیت (قادیانیوں کی تکفیر سے انکار اور اُس سے مبینہ رجوع) پر پردہ ڈالتے ہوئے دوسرے درجے کی باتیں ذکر کر کے عمار خان کا بے جا دفاع بھی ٹھیک نہیں ہے۔

۴۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کا جاوید احمد غامدی جیسے طحڑ و زندیق کو ”اخلاص“ کا سرٹیفکیٹ مہیا کرنا اور ”اسلامی نظریاتی کونسل“ جیسے ادارے میں اُس کی موجودگی کو ”بہت سے معاملات میں راہنمائی کا سبب“ قرار دینا بھی اکابر و یوبند کے طریقے کے بالکل خلاف ہے۔

نیز غامدی کے شرعی حکم کے بیان، اُس پر فتویٰ اور اُس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کے

لیے اُس کی تحریرات کو ناکافی قرار دے کر اُس سے وضاحت طلب کرنے پر اصرار کرنا بھی مولانا راشدی صاحب کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ جو اکابر کے طرزِ عمل کے خلاف اور عام مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

۵۔ ماہنامہ الشریعہ میں سینوں کے ساتھ شیعوں کو مسلمانوں کی صف میں ذکر کرنا، عمار خان ناصر کا امام باڑے میں شیعوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور مولانا راشدی صاحب کی طرف سے خلفائے راشدین کے فیصلوں سے اختلاف کے نعرے لگانا بھی بزرگانِ دیوبند کے اسلوب کے سراسر مخالف ہے۔

۶۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ایک مودودی کی کتاب ”معین القاری“ پر تقریظ لکھنا، اور مودودی نظریات کا سارا نزلہ جماعت اسلامی کے دیگر لوگوں پر ڈال کر مودودی صاحب کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرنا بھی علمائے دیوبند کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۷۔ سرگودھا کے مشہور مماتی ویزیدی خطیب مولانا عطاء اللہ بندیا لوی کے پیچھے مولانا زاہد الراشدی صاحب کے نماز پڑھنے کی روایت حضرت مولانا محمد اکرم عابد رحمہ اللہ کی تھی۔ جو کچھ عرصہ قبل وفات پا چکے۔ جبکہ مولانا راشدی صاحب نے بندیا لوی کے پیچھے نماز پڑھنے کی نفی کی ہے۔ لہذا ہم اپنا یہ الزام واپس لیتے ہیں۔

لیکن مولانا راشدی صاحب نے مماتیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم واضح نہیں فرمایا۔ اس لیے ہماری مولانا سے یہ گزارش ہے کہ وہ منکرینِ حیات کے پیچھے نماز کے بارے میں اپنی رائے سے واضح طور پر آگاہ فرمادیں۔ اور خلافِ طبع مقامات پر ”میں مفتی نہیں۔“ کہہ کر جان چھڑانے کی پالیسی ترک کریں۔

۸۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ایک بریلوی پروفیسر عبدالمجید المشرقی کی بدعتی نظریات پر مشتمل کتاب پر تقریظ لکھنا بھی حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی روح کو تڑپانے کے مترادف ہے۔

بعض اعمال جو حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے میں ”غیر اولیٰ“ تھے، مولانا زاہد الراشدی صاحب کا اُن کو حضرت امام اہل سنت کی رائے میں ”بدعت“ باور کرا کے پھر حضرت رحمہ اللہ کی اُن میں شرکت، یا حضرت کی طرف سے اُن اعمال کی اجازت کا ذکر بھی مولانا راشدی کی غلط بیانی ہے۔

۹۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب حضرت امام اہل سنت کا علمی، فکری اور روحانی جانشین بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں مولانا قارن مدظلہم کو علمی اعتبار سے راشدی صاحب پر فائق قرار دیا تھا۔ خلافت بھی سب سے پہلے قارن صاحب کو ہی دی تھی۔ اور فکری جانشینی کا دعویٰ تو ویسے ہی مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ مولانا راشدی صاحب کو حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے افکار و خیالات، طرزِ عمل و پالیسی اور رجحانات و ترجیحات سے کلی اتفاق ہی نہیں۔ ویسے بھی اُن کے بقول ”اُن کے خون کا گروپ“ (دائرہ کار) ہی علیحدہ ہے۔

۱۰۔ ماہنامہ الشریعہ کا آزاد فورم بھی مذہبِ اہل سنت، مسلکِ احناف اور مشربِ دیوبند کے لیے انتہائی خطرناک اور مہلک ہے۔ اسے فی الفور حضراتِ شیخین (حضرت امام اہل سنت و حضرت صوفی صاحب) کی تحقیقات و تعلیمات کا پابند ہونا چاہیے۔ یا اربابِ الشریعہ کو حضراتِ شیخین رحمہما اللہ کا نام استعمال کرنے سے باز آنا چاہیے۔ ورنہ رسالہ ہی بند ہونا چاہیے۔ اگر نہیں تو پھر اہل سنت علماء و عوام کو اس کا بایکٹ کرنا چاہیے۔

بندہ نے اپنی تحریرات میں درج بعض طبائع پر گراں گزرنے والے بعض الفاظ، انداز، تعبیرات اور تراکیب سے واضح انداز میں اظہارِ رجوع کے ساتھ مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت کو ضروری سمجھا۔ کیونکہ اب تک سامنے آنے والی روش کے مد نظر ماہنامہ الشریعہ کی ٹیم اور مولانا راشدی صاحب کا حلقہٴ احباب ضرورت سے زیادہ ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بندہ کے مخصوص الفاظ سے رجوع کو بندہ کا موقف سے رجوع بنا کر شائع کر دیا جائے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنی تحریرات میں موجود اُن تمام الفاظ و تعبیرات سے مکمل رجوع کا اعلان کرتا ہوں جو حضراتِ شیخین رحمہما اللہ کے طرز و اسلوب کے خلاف ہیں۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ مولانا راشدی صاحب اور اُن کے متعلقین سے بھی معذرت خواہ ہوں۔

اگر کوئی صاحبِ اس طرح کے قابلِ اعتراض الفاظ و تعبیرات کی نشاندہی فرمادیں تو اُن کے شکریہ کے ساتھ اُن الفاظ سے متعین طور پر رجوع کے لیے بھی بندہ تیار ہے۔

نوٹ: اگر کوئی صاحبِ بندہ کی اس تحریر کو نقل کرنا چاہیں تو مکمل نقل کریں۔ اُدھوری تحریر، ایک آدھا اقتباس یا اس کا خلاصہ نقل کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ فقط: خادمِ اہل سنت عبدالرحیم چاریاری

ملفوظ: محبوب الصلحاء حضرت مولانا محمد حسن مدظلہم [خلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنت]

میں طلبہ سے عرض کرتا رہتا ہوں کہ اگر میں سبق میں کوئی ایسی بات کروں جو ہمارے اکابر سے الگ ہو، اُن کے عقیدے سے الگ کر رہی ہو تو آپ اپنے اکابر سے جڑے رہیں، مجھے چھوڑ دیں۔ اور میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اُسباق کے دوران طلبہ کو بار بار نصیحت فرماتے کہ: ”اپنے اکابر کے دامن کو نہ چھوڑنا، ہم کچھ نہیں، ہماری سمجھ کچھ نہیں، جو کچھ ہے ہمارے اکابر کا فیض ہے۔“ [خوشبو والا عقیدہ: ۱۳۸] المرسل: محمد عفان، تاجک ضلع انک

زیر علی زئی کا تعاقب

زیر علی زئی:

عقیدہ وحدۃ الوجود اور آل دیوبند^{۲۵۱}

رب نواز دیوبندی نے سرفراز حسن خان حمزہ دیوبندی کے نام لکھا ہے: ^{۲۵۳} ”آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فروعی مسائل میں پے درپے شکستوں سے دوچار ہوئے، تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختہ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں ”وحدۃ الوجود“ بھی ہے۔
بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلہ کے لیے یہی مضمون ”وحدۃ الوجود“ اور.....^{۲۵۴} آل غیر مقلدیت“ ارسال کرنا پسند کیا ہے۔“
(مجلہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر ۵ ص ۴۶)

درج بالا عبارت میں پانچ باتیں قابل بحث و تحقیق ہیں:

۱: ”غیر مقلدین کا تنازع بالالقب والالقب۔“

عرض ہے کہ ہم مسلمان (مسلمین) ہیں اور اہل حدیث و اہل سنت ہمارا پسندیدہ لقب و صفاتی نام ہے، لہذا ہمیں ”غیر مقلدین“ کے ناپسندیدہ تنازع بالالقب سے موسوم کرنا باطل ہے۔
اگر کوئی دیوبندی کہے کہ آپ بھی ہمیں ”آل دیوبند“ کے لقب سے موسوم کرتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ دیوبندی ”حضرات“ اپنے آپ کو علانیہ دیوبندی کہتے ہیں مثلاً اوکاڑوی نے کہا: ”اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا“ (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۷۹)
۲۶۳
دیوبندی مسلک اور آل دیوبند میں دیوبند کا لفظ مشترک ہے۔

الجواب:

۲۵۱ علی زئی صاحب کا یہ مضمون پہلے ماہنامہ الحدیث، شمارہ: ۹۰ میں شائع ہوا، بعد میں ان کی کتاب ”علمی مقالات جلد ۵“ کا حصہ بنادیا گیا۔ جب یہ مضمون ”الحدیث“ کے ذریعہ منظرِ عام پہ آیا تو بندہ نے مجلہ

صفر گجرات اپریل ۲۰۱۲ء میں علی زئی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھ دیا تھا کہ:

”زیر نظر رسالہ کے بعد آپ کے مضمون ”عقیدہ وحدۃ الوجود اور آل دیوبند“ شائع شدہ در ماہنامہ

”الحدیث“ شمارہ ۹۰ کو متن میں رکھ کر حاشیہ میں جواب دینے کا ارادہ ہے۔“ [دیکھیے حاشیہ: ۶]

۲۵۲ دیوبندیوں نے ”وحدۃ الوجود“ کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہ لکھتے ہیں:

”وحدۃ الوجود“ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے، اس کے سوا ہر وجود بے ثبات، فانی اور نامکمل ہے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا، دوسرے اس لیے کہ ہر شے اپنے وجود میں ذاتِ باری تعالیٰ کی محتاج ہے، لہذا اشیاء ہمیں اس کائنات میں نظر آتی ہیں، انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے لیکن اللہ کے وجود کے سامنے اس وجود کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے وہ کالعدم ہے۔

اس کی نظیریوں سمجھئے جیسے دن کے وقت آسمان پر سورج کے موجود ہونے کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے، وہ اگرچہ موجود ہیں لیکن سورج کا وجود ان پر اس طرح غالب ہو جاتا ہے کہ ان کا وجود نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہو وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کرتا ہے تو تمام وجود اسے نیچ، ماند بلکہ کالعدم نظر آتے ہیں۔ بقول حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ۷

جب مہر نمایاں ہوا سب مچھپ گئے تارے

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

[فتاویٰ عثمانی: ۶۶/۱]

اس کے علاوہ مفتی عبدالواحد صاحب (جامعہ مدنیہ لاہور) نے ”اسلامی عقائد“ میں، مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ کی زبانی، حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دام ظلہ (شیخ الحدیث: باب العلوم کھروڑپکا) نے اپنے ایک مضمون میں ”وحدۃ الوجود“ کا مطلب لکھا جو ماہنامہ الخیر ملتان: اشاعت خاص، پیاد حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ میں شائع ہوا۔

۲۵۳ غیر مقلدین کے ایک بڑے طبقہ نے دیوبندیوں کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے، دیکھیے ہماری کتاب ”غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراج تحسین“۔ لیکن بعض غیر مقلدین کے انکشاف کے مطابق ان میں ایک جماعت ”تکفیری“ ذہن کی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ شرف الدین دہلوی صاحب اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں۔

”ان صاحبان کے پاس سوا کفر کی ٹکسال کے اور کیا رکھا ہے مگر کفر بھی مسلموں موحودوں کے لیے

ڈھالتے ہیں، بلکہ کفار کے لیے نہیں، یہ سب حسد یا لاعلمی یا خود غرضی ہے اور کچھ نہیں۔“ [فتاویٰ ثنائیہ: ۲۱۱/۱] اسی طرح الہی بخش صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہم مسلمین کو بھوٹ کی وبا سے محفوظ رکھے جو ذرہ ذرہ بات پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور فتویٰ لگانے سے خود کافر ہو جاتے ہیں۔“ [فتاویٰ ثنائیہ: ۲۱۳/۱]

امام آل غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں:

”اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔“ [لغات الحدیث: ۹۱/۲: ش]

وکیل الہدیٰ کھلانے والے محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

”مولوی عبدالوہاب ساکن صدر بازار دہلی... کو مسئلہ ترک تقلید میں غلو ہے اور وہ مطلق تقلید سے منکر ہیں اور تمام مقلدین کلمہ گو کو کافر کہا کرتے ہیں۔“ [اشاعت السنۃ: ۲۳/۳۵۸]

نام نہاد جماعت المسلمین کے امیر مسعود صاحب غیر مقلد کو ”تکفیری“ تو علی زئی صاحب بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”مسعود احمد بی ایس سی ایک تکفیری شخص تھا۔“ [علمی مقالات: ۷۰۶/۱]

دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ کہنے کی مہم تکفیری سوچ رکھنے والے غیر مقلدین نے چلا رکھی ہے، ورنہ عام غیر مقلدین دیوبندیوں کو ”صحیح العقیدہ“ کہتے ہیں، حوالہ جات آئندہ اوراق میں اپنے مقام پر آئیں گے، ان شاء اللہ۔

طالب الرحمن صاحب غیر مقلد کا حنیف قریشی سے ویڈیو مناظرہ ہوا جس میں صدارت عمر صدیق صاحب غیر مقلد کی تھی۔ عمر صدیق نے خاندان ولی اللہ کے ایک عظیم فرد شاہ اسماعیل کو ”کافر“ کہا۔ ان کے الفاظ ریکارڈ ہو کر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے ہیں۔

حالانکہ شاہ اسماعیل کی شخصیت وہ ہے جنہیں غیر مقلدین نے بیسیوں مقامات پر ”اہل حدیث یا غیر مقلد“ لکھ رکھا ہے۔

اسی طرح ”رسائل اہل حدیث“ نامی کتاب میں غیر مقلدین اپنے ہی علماء پر کفر و شرک کے فتوے لگا چکے ہیں۔

جو لوگ شاہ اسماعیل صاحب کو ”کافر“ کہنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہم مذہب علماء پر ”کفر“ کا فتویٰ لگا چکے ہوں وہ اگر دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ کہہ دیں تو اتنے بڑے تعجب کی بات نہیں۔ یہاں یہ بھی جان لیں کہ دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ کہنے والے کس کی راہ پہ چل رہے ہیں؟ وکیل

اہل حدیث کہلائے جانے والے شخص محمد حسین بنالوی صاحب لکھتے ہیں۔

”احمد رضا خاں بریلوی... بے تعصب خفیوں علمائے دیوبند کو کافر کہا کرتے ہیں۔“

[اشاعت السنۃ: ۲۳/۳۵۸]

۲۵۴ جیسا کہ بعض غیر مقلدین مثلاً اسماعیل سلفی صاحب نے اپنی جماعت کے شکست خوردہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ [نتائج التقليد، ص: ق] دیکھیے حاشیہ: ۲

۲۵۵ ان عقائد کو تختہ مشق بنانے والے لوگوں میں علی زئی صاحب بھی ہیں۔ [علمی مقالات: ۵/۳۶۴]

۲۵۶ ان میں سے اکثر مضامین دو ماہی مجلہ ”تسکین الصدور“ بہاول پور..... دو ماہی مجلہ ”المصطفیٰ“ بہاول پور..... ماہنامہ ”الخیر“ ملتان..... ماہنامہ ”پیغام حق“ فیصل آباد..... مجلہ ترجمان احناف پشاور..... اور مجلہ ”صفدر“ گجرات میں شائع ہو چکے ہیں۔ والحمد للہ۔

۲۵۷ یہ مضمون مجلہ صفدر میں آٹھ (۸) قسطوں میں شائع ہوا۔ اس مضمون کی پہلی ہی قسط شائع ہوئی تو علی زئی صاحب کو ہضم نہ ہو سکی۔ مضمون کی ابتداء میں ”قسط: ۱“ لکھا ہوا تھا اور آخر میں ”جاری ہے“ درج تھا۔ چاہیے تھا کہ علی زئی صاحب پورا مضمون پڑھ کر جواب لکھتے، کیوں کہ معترضین کی بہت سی باتوں کا جواب اسی مضمون کی اگلی قسطوں میں موجود تھا، مگر شاید غیر مقلدین کو ”وحدة الوجودی“ قرار دینا علی زئی صاحب کے لیے ناقابل برداشت تھا، اس لیے فی الفور بزعم خود جواب لکھنا رد فاع کرنا ضروری سمجھا۔

علی زئی صاحب نے اپنے مضمون میں ہمارے مضمون کی پہلی قسط کو مد نظر رکھا اور آخر میں دوسری قسط کی بھی ایک بات پر کچھ تبصرہ کیا، مگر باقی سارے مضمون کا جواب نہ علی زئی صاحب نے دیا اور نہ ہی کوئی اور غیر مقلد دے سکا۔

ہمارے اس مضمون ”مسئلہ وحدة الوجود اور آل غیر مقلدیت“ کو چار سال ہو رہے ہیں، مگر میری معلومات کے مطابق اس کی باقی چھ قسطوں کا جواب آج تک کوئی غیر مقلد نہیں دے سکا۔ اور پہلی ایک دو قسطوں پر علی زئی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب الجواب بھی حاضر ہے، پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ علی زئی جواب میں کتنی جان ہے؟

علی زئی جواب کا جان دار ہونا تو کجا وہ جواب ان کے اپنے اصول کے مطابق ”ناقابل سماعت اور مردود“ ہے کیونکہ انہوں نے اپنے قلم سے لکھا کہ اگر مضمون کو متن میں رکھ کر ہر مطلوبہ بات کا جواب نہ دیا تو وہ جواب ”ناقابل مسموع اور مردود“ ہوگا۔ [توضیح الاحکام: ۱/۳۴۳] دیکھیے حاشیہ: ۱

جب کہ خود علی زئی صاحب نے ہمارے مضمون کو نہ تو متن بنا کر جواب دیا اور نہ ہی مضمون کی ہر بات کا جواب۔ بلکہ مضمون کی آخری چھ قسطوں کو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا۔

تنبیہ: ہاتھ نہ لگانے سے مراد جواب نہ دینا ہے۔ کوئی غیر مقلد حقیقی ہاتھ لگانا چھوٹا مراد لے کر ہماری بات پر ”جھوٹ“ کا عنوان نہ قائم کر دے۔ اس ”تنبیہ“ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کسی صاحب نے لکھا تھا کہ ”سات سمندر پار...“ تو ایک غیر مقلد نے اسے جھوٹ قرار دے کر شائع کر دیا کہ وہ جگہ سات سمندر پار نہیں۔

حالانکہ ان کی مراد دور دراز کی مسافت بتانا تھا یعنی سات سمندر پار کہنا یہ تھا دور کی مسافت سے مگر اس غیر مقلد نے حقیقی سمندر مراد لے کر اس پر جھوٹ کی پھبتی کس دی اور پھر اپنے غیر مقلدین سے داد بھی وصول کر لی۔

۲۵۸ مسلمان و مسلمین ہونے کا دعویٰ تو آپ لوگوں نے کر رکھا ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غیر مقلدین اپنے ہم مذہب علماء پر کفر و شرک کے فتوے بھی لگا چکے ہیں اور بعض کے بارے انہوں نے مزید یہ وضاحت بھی لکھ دی ہے کہ اگر یہ اپنے عقیدہ پر مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہ کیا جائے۔ حوالہ جات کے لیے ”رسائل اہل حدیث“ نامی رسالوں کا مطالعہ کیا جائے۔

یہاں علی زئی صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں ”غیر مقلد“ نہ کہا جائے۔ لیکن خود کئی مسلمانوں کو وہ ”غیر مقلد“ کہہ چکے ہیں۔ حوالہ جات آگے حاشیہ: ۲۶۱ میں آرہے ہیں۔

۲۵۹ علی زئی صاحب نے یہاں یہ نہیں بتایا کہ اہل حدیث نام انگریز نے الاٹ کر کے دیا ہے۔ محمد حسین بٹالوی صاحب کی درخواست پر یہ نام غیر مقلدین کو انگریز حکومت کی طرف سے دیا گیا۔ [اشیاء النہ: ۸۹/۲۳] اور یہ بھی معلوم رہے کہ خود غیر مقلد علماء نے اپنے ہم مذہب لوگوں کو ”اہل حدیث“ ماننے سے انکار کر دیا ہے اور انہیں شرم بھی دلائی ہے۔ عبدالعزیز سابق سیکرٹری اہل حدیث ہند لکھتے ہیں:

”ان لوگوں کو شرم کرنی چاہیے جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔“ [فتنہ ثنائیہ: ۲۶]

عبدالقادر حصاروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث کس منہ سے اہل حدیث بنتے ہیں۔“ [سیاحۃ الجنان: ۱۵]

مزید تفصیل ”رسائل اہل حدیث“ نامی رسالوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۶۰ اہل حدیث نام رکھنے والوں کو خود ان کے اپنے لوگ ”بدعتی“ قرار دے چکے ہیں۔ دیکھئے رسائل اہل حدیث۔

ہم پیچھے حاشیہ: ۱۵۰/۱ میں عبید اللہ رحمانی صاحب غیر مقلد کی عبارت ”فتاویٰ علمائے حدیث ۲/ ۹۰“ سے اور عبدالقادر حصاروی صاحب غیر مقلد کی تحریر ”سیاحۃ الجنان: ۱۳“ سے نقل کر آئے ہیں کہ انہوں

نے اپنے اہل حدیثوں کو ”بدعتی“ تسلیم کیا ہے۔

غیر مقلدین میں جو بدعات پائی جاتی ہیں یا جو انہوں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کو بدعتی کہا ہے اس کی طویل فہرست میرے پاس ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو اس موضوع پر مستقل کتاب لکھوں گا۔

حاصل یہ کہ غیر مقلدین کو ”اہل سنت“ خود ان کے اپنے علماء نہیں مانتے، مگر علی زئی صاحب وغیرہ کی خواہش ہے کہ دوسرے لوگ انہیں ”غیر مقلد“ کی بجائے ”اہل سنت“ تسلیم کر لیں۔

علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ: ہمارا پسندیدہ نام اہل حدیث اہل سنت ہے، وہی ہمیں کہا جائے۔ اول تو غیر مقلدین کا اہل حدیث و اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرنا محتاج دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب دوسرے فرقہ والے اپنا پسندیدہ نام رکھے ہوئے ہیں غیر مقلدین انہیں ان کے پسندیدہ نام کی بجائے دوسرے ناموں سے کیوں پکارتے ہیں؟

بلکہ غیر مقلدین کے اندر کئی فرقے ہیں جنہوں نے اپنے ذہن سے من پسند نام رکھے مثلاً: غرباء والوں نے اپنا نام ”غرباء الحمدیث“ رکھا، مگر دوسرے غیر مقلدین انہیں ”فرقہ امامیہ“ کہتے ہیں۔

[مولانا احمد دین گھڑوی: ۱۱۵، اصلی اہل سنت کی پہچان: ۲۰۹]

کراچی میں غیر مقلدین کی ترقی یافتہ شاخ کے لوگ اپنے آپ کو ”جماعت المسلمین“ کہتے ہیں، مگر عام غیر مقلدین انہیں ”مسعودی فرقہ“ کہتے ہیں۔ اسی طرح کراچی میں ایک اور فرقہ ہے اس فرقہ والے اپنے آپ کو ”حزب اللہ“ کہلواتے ہیں، مگر علی زئی صاحب اور ان کے شاگرد ندیم ظہیر صاحب نے دونوں: جماعت المسلمین اور حزب اللہ کو ”مسعودی فرقہ“ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ [علمی مقالات: ۶۰/۱]

۲۶۱ علی زئی صاحب ”تنابز بالالقباب“ کہہ کر تاثر دے رہے ہیں کہ انہیں یا ان کے ہم مذہب لوگوں کو ”غیر مقلد“ کہنا بالقباب ہے اور کسی کو بُرے لقب سے یاد کرنے کی قرآن میں ممانعت ہے: ولا تنابزو اباللقاب۔ (سورۃ الحجرات) دیکھئے، علمی مقالات: ۵۶۰/۵۔

(الف)..... پہلے تو یہ بتایا جائے کہ جب غیر مقلدین نے غرباء والوں کو ”فرقہ امامیہ“ کہا اور جماعت المسلمین اور حزب اللہ والوں کو ”مسعودی فرقہ“ کہہ کر مخاطب کیا۔ یہ تنابز بالاللقاب تھا؟ اگر تھا تو خود غیر مقلدین لاتنازوا بالاللقاب آیت کی زد میں ہیں اور اگر نہیں تو کیوں؟ وجہ فرق کیا ہے؟

(ب)..... ”غیر مقلد“ اگر بُرے لقب ہے تو کسی کا ”غیر مقلد“ ہونا بُرا کیوں نہیں؟ کیا ایسے ہو سکتا ہے کہ کسی کو چور کہنا تو بُرا کہلائے اور چور ہونا بُرا نہ ہو۔ کسی کو زانی کہنا تو بُرا ہو اور مگر اس کا زانی ہونا بُرا نہ ہو؟

(ج)..... خود غیر مقلدین دوسرے لوگوں کو ”غیر مقلد“ کہا کرتے ہیں، بلکہ معترض علی زئی صاحب بھی اس معاملہ میں پیچھے نہیں رہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”بریلوی حضرات عقائد میں امام ابوحنیفہ کے مقلد نہیں بلکہ غیر مقلد ہیں۔“ [علمی مقالات: ۴۰۶/۴]
 آگے لکھتے ہیں: ”بریلوی حضرات عقیدہ میں غیر مقلد... ہیں۔“ [علمی مقالات: ۴۰۷/۴]
 مزید فرماتے ہیں: ”نیم غیر مقلد تائب الحق قادری بریلوی رضا خانی۔“ [علمی مقالات: ۴۰۷/۴]
 مزید پڑھیے! ”غیر مقلد بریلوی کا دعویٰ یہ ہے کہ...“ [علمی مقالات: ۴۰۷/۴]
 پڑھتے جائیں! ”نیم غیر مقلد تائب الحق۔“ [علمی مقالات: ۴۰۹/۴]
 ”غیر مقلد رضا خانی... نے جھوٹ بولا ہے۔“ [علمی مقالات: ۴۱۰/۴]
 مزید دیکھیے، علمی مقالات: ۴۱۸/۴، ۴۱۹۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”سیوطی صاحب غیر مقلد۔“ [علمی مقالات: ۲۹۰/۵..... ماہنامہ الحدیث: شمارہ: ۹۰ ص ۲۵]
 علی زئی صاحب نے درج ذیل حضرات کو بھی صراحتہ ”غیر مقلد“ کہا ہے:
 امام شافعی، امام احمد اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ۔ [اوکاڑوی کا تعاقب: ۵۳، ۵۴] دیکھیے حاشیہ:
 حافظ ابن حزم۔ [علمی مقالات: ۲۳۵/۲] دیکھیے حاشیہ:
 امام مزنی اور بوہلی۔ [علمی مقالات: ۵۳/۳] دیکھیے حاشیہ:
 اسی طرح اپنی جماعت کے بزرگ نواب صدیق حسن خان صاحب کو بھی ”غیر مقلد“ لکھا ہے۔
 [علمی مقالات: ۴۶۳/۳، توضیح الاحکام: ۵۳۷/۲] دیکھیے حاشیہ:
 ۲۶۲ ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث ہونے کے دعویدار بھی اپنے آپ کو ”غیر مقلد“ کہا کرتے ہیں۔
 پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد کسی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:
 ”آپ کے مرید مقلد ہیں اور ہم غیر مقلد۔“ [رسائل بہاول پوری: ۲۵۲]
 ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:
 ”میں انہی معنی سے غیر مقلد (اہل حدیث) ہوں۔“

[مظالم روپڑی: ۲۳ مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد دوم]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”میں نے بھی غیر مقلد ہونے کے باوجود اس معاملے میں ان کی تقلید کی اور جس طرح انہوں نے
 کھایا میں نے بھی اسی طرح کھایا۔“ [کاروان سلف: ۹۵]
 بھٹی صاحب ہی لکھتے ہیں:

”ہم نہایت مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ ہم کسی امام کی تقلید نہیں کرتے، ہم غیر مقلد

ہیں۔“ [کاروان سلف: ۳۱۴]

نذیر احمد رحمانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بھلا ہم ”غیر مقلد“ ہو کر اس کو کس طرح اختیار کر سکتے ہیں۔“

[نوافل کی جماعت کے ساتھ فرض کا حکم: ۶۸]

عبدالتین مبین صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہم غیر مقلدوں کے خلاف اگر کچھ لکھنے کو دل کرے تو...“ [حدیث نماز: ۸۴]

غیر مقلدین کے استاذ الاساتذہ عبدالغفار محمدی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم اورائمہ اربعہ غیر مقلد ہیں۔“ [۳۵۰ سوالات: ۴۳۸]

محمدی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”ہم نے کب کہا ہے کہ ہم کو غیر مقلد نہ کہو؟ ہم غیر مقلد ہیں غیر مقلد۔“ [۳۵۰ سوالات: ۴۳۹]

۲۶۳ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مقلد حضرات اپنے کو آپ اعلانیہ ”غیر مقلد“ کہتے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اور غیر مقلد اور آل غیر مقلدیت میں ”غیر مقلد“ کا لفظ مشترک ہے۔

علی زئی صاحب نے غیر مقلد لفظ کو ”گالی“ [علمی مقالات: ۵۳۴/۴] ”بکواس“ [علمی مقالات:

۶۷/۳] اور ”برالقب“ کہا ہے۔ [الحديث: شمارہ ۹۰ ص ۳۴] دیکھیے حاشیہ: ۱

اب ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اگر غیر مقلد کا لفظ گالی، بکواس اور برالقب ہے تو اہل حدیث ہونے کے

دعویدار دوسروں کو اور خود اپنے آپ کو غیر مقلد کہہ کر گالی دینے، بکواس کرنے اور برالقب پکارنے کے مرتکب

رہے ہیں؟ (جاری۔۔۔)

اطلاع

بندہ نے غیر مقلدین کی کتابوں سے وہ عبارات سرسری طور پر جمع کی ہیں جن میں انہوں نے

صحابہ، فقہاء، محدثین، صوفیاء اور اپنے غیر مقلدین وغیرہ کو صراحتہ ”غیر مقلد“ کہا ہے۔ وہ اتنی زیادہ عبارات

ہو گئیں کہ انہیں اس جگہ لانا طوالت کا باعث محسوس ہوا۔ اس لیے ان عبارتوں کو الگ مستقل مضمون کی شکل

دے کر عنقریب کسی ماہنامہ میں اشاعت کے لیے بھیج دوں گا، ان شاء اللہ۔ اس مضمون کا عنوان ”غیر مقلد

کہنے پر غصہ کیوں؟“ تجویز کیا ہے۔ [رب نواز عفی عنہ، احمد پور شرقیہ]

مجلہ صفر کا فتنہ غامدی نمبر..... علماء، مبصرین و قارئین کی نظر میں!

حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف مدظلہم کی رائے گرامی

گرامی قدر حضرت مولانا حبیب الرحمن سومر و مدظلہم و اراکین مجلہ صفر لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام مسنون!

جامعہ کی لائبریری کے لیے ارسال کردہ ”فتنہ غامدی نمبر“ کی پہلی جلد وصول ہوئی۔ جزاکم اللہ

فی الدارین۔

پہلی نشست میں ہی چیدہ چیدہ مقامات کو ملاحظہ کیا۔ چونکہ جوابی لفافہ کے ساتھ موصولہ نمبر کی اطلاع اور جواب دینا شریعت میں ضروری ہے، اس لیے چند تاثرات بھی حاضر ہیں۔

اسلام کی بنیاد قرآن و سنت کے واضح احکامات جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدینؓ اور تعامل صحابہؓ و اجماع امت پر ہے۔ اکابر علماء حق دیوبند اس زمانہ میں اسلاف کے حقیقی پیروکار اور حضرات صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بعد والوں کے لیے نمونہ ہیں۔ جو ”وفاق المدارس العربیہ“ کی صورت میں اس وقت قوم و ملت کی راہ نمائی فرما رہے ہیں۔ اکابرین پر اعتماد ہی کامیابی کا ضامن ہے۔ اکابرین کے اجماع سے انحراف اور خروج سراسر فتنہ و گمراہی ہے۔

جاوید احمد غامدی اس دور میں پرویزی فکر کے نقیب ہیں۔ جو عقلیات کے عنوان سے نئی نسل میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ جس سے پچھا ہر مسلمان کے ذمے لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفر نور اللہ مرقدہ اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی ترجمانی کرنے والوں کو استقامت نصیب فرمائے۔

والسلام..... محمود..... یکم شعبان 1437ھ

☆.....☆.....☆.....☆

مولانا مفتی رفیق احمد بالا کوٹی [مفتی: جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی] کی رائے گرامی

(نوٹ: جامعہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ تخصص فی الافتاء کے مشرف و نگران حضرت مولانا مفتی

رفیق احمد بالا کوٹی مدظلہم کا یہ مضمون فتنہ غامدی پر ایک ”طنزیہ“ تحریر ہے۔ اسے طنز کے تناظر میں ہی پڑھا جائے۔ [ادارہ]

مجلہ صفدر ”فتنہ غامدی نمبر، جلد اول، اشاعت: شعبان و رمضان 1437ھ مطابق جون 2015ء وصولی کی اطلاع اور مختصر یا طویل تبصرے کی فرمائش کے ساتھ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ ادارہ صفدر کے ذمہ داران کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

”مجلہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر“ وصول پا کر کسی حد تک مطالعہ کی کوشش بھی کی، بالخصوص اکابر امت کی تحریرات و تاثرات کا بغور مطالعہ کیا جس سے جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی سوچ و فکر، دائرہ عمل، استدلال و طرز استدلال، ترجیحات و اہداف اور طر قہائے واردات کے بارے میں خاطر خواہ معلومات حاصل ہوئیں، نیز غامدی صاحب کی امتیازی شخصیت اور فکری و عملی خصائص کے بارے میں معلومات افزا مواد بھی یکجا پایا جو موجودہ فکری طغیانی میں مفید کاوش ہے۔

”مجلہ صفدر“ کے ”غامدی نمبر“ کے مطالعہ سے جناب غامدی صاحب کے جو خصائص و امتیازات ارتجالاً ذہن نشین ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

☆..... غامدی صاحب انتہائی بے باک شخصیت کے مالک ہیں، اپنی فکر و دانش کے پرچار میں کسی چھوٹی بڑی ہستی سے مرعوب و متاثر نہیں ہوتے، وہ جو کچھ جب کبھی جیسا کیسا کہنا چاہیں اپنے سامنے کسی چھوٹی بڑی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کرتے، ہر تنگ و پر خطر گھاٹی سے بے خوف و خطر گزر جاتے ہیں۔ یہ طرز فکر و عمل آنحضرت کی اس حریت فکر و عمل کا نتیجہ ہے جس سے سنت و اجتماعیت کے دائروں میں محبوس لوگ آج تک محروم رہے ہیں۔ اس فکری پرواز اور عملی کمال کو تنگ نظر اور دقیقاً نو سید کا شکار طبقہ بے سند اور بے بنیاد بھی قرار دیتا ہے، یہ ان تنگ نظر لوگوں کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے، ورنہ یہ فکر و عمل اپنی تاریخی حیثیت و سند کی حامل ہے، یہ فکر جس تاریخی و سندی تسلسل کی کڑی ہے، وہ فکر ہر دور میں موجود تھی اور زندہ رہی ہے، گو کہ اُسے موقع بموقع نام تبدیل کرنے کی حاجت رہی ہے، کیوں کہ نا انصاف، روایتی جمود زدہ طبقہ ہمیشہ اس فکر کا مزاحم بنتا رہا ہے، چنانچہ اس انوکھی فکر کی کاشت کاری کا پہلا عنوان رفض، دوسرا خروج، تیسرا اعتزال، پھر ابتداء، پھر آگے چل کر دینیات و اسلامیات پر گل کاری و دست کاری کرنے والے، دینی و علمی غلامی سے نجات دہندہ جناب سرسید احمد خان صاحب نے یہ کام انجام دیا۔ ان کے بعد حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، غلام احمد مودودی جیسی نابغہ روزگار ہستیوں نے یہ فیض عام کیا اور اس کا ایک وافر حصہ، ان کی توجیہات فکر کا عظیم ورثہ غامدی صاحب نے پایا اور اپنی بے باکی و بے لگامی کے امتیازی کمال کی وجہ سے اپنے پیشواؤں پر جزوی فضیلت و برتری کے بجائے طور پر حق دار بھی قرار پائے۔

☆..... غامدی صاحب کو حریتِ فکر و عمل میں یگانہ روزگار ہونے کا خود بھی احساس و ادراک ہو چکا ہے، جس کا اظہار و اقرار گاہے بگاہے فرماتے رہتے ہیں، جسے اہل جمود خود ستائی، خود نمائی، عجب و کبر اور تعلی و تفوق جیسے روحانی امراض کے نام سے تشخیص کرتے ہیں، حالانکہ روح، روحانیت یہ غیر مشاہد چیزیں ہیں۔

☆..... غامدی صاحب نے اپنی فکر و دانش کی ضیا پاشی سے امتِ مسلمہ کو خود کفالتی دین اور من پسند شریعت کا تحفہ عطا فرمایا ہے، جس کے صلہ کے طور پر امت سے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ غامدی صاحب کی خود کاشتہ دینی فصل کو دینی و روحانی غذا کے طور پر کافی قرار دیں اور اس فکر سے بٹے یا بچے ہوئے اسلاف و اخلاف کی تغلیط و تخطیہ کرتے جائیں، جیسا کہ غامدی صاحب کے باصفا حواری (ہر قسم کے فکری و عملی داغوں سے پاک لوگ) صبح و شام یہی باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر روایت و قدامت کے خول میں بند لوگ چودہ صدیاں پرانی فکر و عمل پر قانع بن کر جیسے ہوئے ہیں، جو غامدیانہ فکر کے ساتھ ایسی ہی کھلی نا انصافی ہے جیسے سنت و اجماع کی رٹ لگانے والوں کے ساتھ غامدی صاحب کے پیش رو اور پیروکار انصاف کے تقاضے نبھائے ہوئے ہیں۔

☆..... غامدی صاحب کے امت پر احسانات یا ذاتی کمالات میں سے یہ احسان و کمال بھی ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کو کئی مغیبات اور مشکل و دشوار دینی کاموں میں سہولت فراہمی اور خلاصی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اس کے برخلاف جو امور قدیم روایات اور دقیقہ نوس لوگوں کے دینی مزاج کی رو سے منکرات و لغویات قرار پاتے ہیں اور وہ سماج کا حصہ ہیں انہیں آسان اور ہلکا قرار دے کر معاشرے کی ”خدمتِ جدیدہ“ کا حق ادا فرما رہے ہیں، مثلاً: عقیدہ ظہورِ مہدی، فرضیتِ جہاد اور اس کی عملی تطبیق، خواتین کے چہرے کا پردہ، داڑھی کی شرعی حیثیت، خواتین کی شہادت (گواہی) عقیدہ آخرت وغیرہ میں ندرت و سہولت کے روادار ہیں، جبکہ گانا بجانا، موسیقی و مزامیر، بے پردگی و بدکاری، بدعقیدگی اور بے راہ روی کو شخصی و طبعی میلانات کے حوالے کر دیتے ہیں۔

☆..... غامدی فکر کے مطابق امتِ مسلمہ اپنے مذہبی پیشواؤں کے عجمی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر حدیث و سنت کے نام سے کلام الناس کو کلام الہی کی ہم سری کی مرتکب قرار پائی ہے۔ غامدی صاحب امتِ مسلمہ کو اس مولویانہ پروپیگنڈے سے نجات دلانے کے لیے غلام احمد پرویز اور اختر کاشمیری سے بڑھ کر محنت فرما رہے ہیں۔ اس حوالے سے وہ حدیثوں کے قابلِ جہت ہونے اور نہ ہونے کے لیے پہلے اخبارِ آحاد اور متواترات کی تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں، پھر آحاد پر رد و قدح کر کے ناقابلِ اعتبار ٹھہراتے ہیں، پھر متواترات کی تعداد اور گنتی میں اتنے بخل سے کام لیتے ہیں کہ چند محدود روایات کے استثناء کے ساتھ باسانی اپنا دامن

جھاڑتے ہوئے لاکھوں کے ذخیرہ حدیث کو مہمل، بے کار اور لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں قرار دیتے ہیں، یوں امت کی آسانی کا بڑا سامان فراہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، گویا کہ غامدی صاحب کی خدمت دین کے نتیجے میں سوائے چند روایات کے امت مسلمہ ہر قسم کے بوجھ سے آزادی پانے جا رہی ہے، اس پر مستزاد امت مسلمہ کو دین فہمی کے لیے براہ راست قرآن کریم تھما دینے کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، اب قرآن فہمی میں اگر آپ کو دشواری پیش آئے، تناقضات و تعارضات کا سامنا ہو یا پھر استنباط و استخراج کی نوبت آئے تو پھر کیا کریں گے؟ تو اس کا حل غامدی صاحب نے ہر انسان کی عقل کو ٹھہرا دیا ہے، چنانچہ قرآن سے جس نے جو سمجھا وہی منشأ خداوندی ہے۔ مولویانہ سوچ اسے انکار حدیث سے تعبیر کرتی ہے، مگر حقیقت میں یہ وہی ”جذبہ قرآن فہمی“ ہے جو ”إِن الْحَكَمَ إِلَّا لِلَّهِ“ کے علمبرداروں سے لے کر سرسید احمد خان اور غلام احمد پرویز تک اپنا سندی تسلسل رکھتا ہے۔

غامدی صاحب نے امت کے سر سے حدیثوں کا بوجھ ہٹانے کے ساتھ ساتھ مزید کرم یہ بھی فرمایا کہ حدیثوں کو تعارض، ضعف سند اور عدم ثبوت کی وجہ سے ترک کر دینے والوں کو ماضی سے شناسائی کے لیے تاریخی روایات کا سہارا لینے کا عملی درس دے رکھا ہے، چنانچہ جو امور ضعیف الاسناد حدیثوں کے محتاج ہوں انہیں رد کر دیں، اور جہاں ضرورت پڑے تو دینی واجتہادی ضروریات کے تحت سند کا تکلف کیے بغیر تاریخی روایات کا سہارا لے لیا جائے۔ غامدی صاحب کی یہ وہ نادر خدمت اور انوکھا کارنامہ ہے جس نے مسلمانوں کے سر سے دین کا اچھا خاصا بوجھ اتار کے رکھ دیا ہے، نا انصاف لوگ غامدی صاحب کی ان خدمات کا اعتراف کرنے کی بجائے انہیں دین سے آزادی کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔

☆..... غامدی صاحب کا امت مسلمہ پر ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ انہوں نے دین پر سند، رجال اور مخصوص شخصیات کی اجارہ داری کو ختم کرنے کی فکر فراہم کی ہے، انہوں نے دین کی تعبیر، تفہیم اور تشریح کو سند و رجال کی جکڑن اور ائمہ کی اجارہ داری سے آزاد کر کے گلی کوچے کے کھلنڈر نو جوانوں کو بھی مقام اجتہاد تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ روایت و قدامت کے کنویں میں بند لوگوں کو یہ کارنامہ نظر نہیں آتا اور وہ اُسے دین سے برگشتہ ہونے کے مترادف قرار دیتے ہیں اور جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ دین کے لیے سند اور سند کے لیے رجال اور رجال کے قابل اعتبار ہونے کے لیے مرتبہ امامت و پیشوائی ضروری ہے۔ قدامت پسند طبقہ کا یہ استدلال انسانی سوچوں پر پھرے داری کے مترادف ہے، اس لیے غامدی صاحب انسانی حقوق کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ غامدی صاحب کو بھی چاہیے کہ وہ کم از کم یہاں پر کسر نفسی کے بجائے کھل کر اپنے اس کمال کا اظہار فرمائیں، یہ ایسے ہی ضروری ہے جیسے وہ عربیت و علمیت اور فہم و ذکاؤ کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

☆..... غامدی صاحب کا ایک اور انفرادی امتیازیہ ہے کہ وہ اپنی بات کے لیے بڑی نسبت کے لوگوں کی اولاد کی زبان و قلم کو بڑی مہارت سے استعمال کرنے کا ہنر رکھتے ہیں، بالخصوص ان بزرگوں کی اولاد کو (دقیقاً نوس حضرات کے بقول) اپنے تزویریاتی اہداف کے لیے آلہ کار بناتے ہیں جنہوں نے کفر و شرک، الحاد و زندقہ اور ابتداء و انحراف کے خلاف کام کرتے ہوئے زندگیاں گزاری ہوں۔ ایسے صاحبزادگان کو اپنے دام تزویر میں لانے سے انہیں بیک وقت دو فائدے حاصل ہو جاتے ہیں، ایک فائدہ یہ حاصل کیا جاتا ہے کہ ایسے صاحبزادگان کے دینی پس منظر کو اپنے ”بد دین منظر نامہ“ کے لیے ڈھال بنایا جاسکے اور دوسرا فائدہ یہ کہ ایسے صاحبزادگان کے نسبی آباء و اجداد نے غامدی صاحب کے روحانی آباء و اجداد کے خلاف جو کچھ کہا اور لکھا تھا اس کا انتقام لیا جاسکے۔

ظاہر ہے کہ ایسی مہارتوں، کمالات، خصائص و امتیازات کی حامل شخصیت کے ساتھ علماء دین کا رقیبانہ و معاصرانہ تناؤ ایک فطری امر ہے۔ اسی فطری امر کی بجا آوری کا کام ”مجلہ صفدر“ کے کارپرداز احباب دے رہے ہیں۔ مختلف اہل علم کی طویل و مختصر تحریرات اور محقق و مدلل مضامین و مقالات ”مجلہ صفدر“ کا حصہ ہیں، یہ کاوش اس وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ امید ہے کہ ”مجلہ صفدر“ کی یہ کاوش ”ندین“ کو ”دین“ سے الگ کرنے کا اعزاز پائے گی، ان شاء اللہ!

باقی آخر میں مجلہ صفدر کے احباب کی خدمت میں یہ ”خیر خواہانہ گزارش“ بھی کرتا چلوں کہ اپنے روایتی و فکری ”تصلب“ کو ”تعصب“ کی چھینٹوں سے بچائے رکھنا دین کا تقاضہ اور ہمارے اسلاف کا شعار ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆

مولانا احسان الحق فاروقی [نواب شاہ] کی رائے

(بنام حمزہ احسانی) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام

آپ کی شب و روز محنت کا ثمرہ ملا، خاص طور پر اس پر فتن دور میں جتنے دین بیزار اور سلف و صالحین کی راہ سے خود بھی کوسوں دور اور اپنے آپ کو راہ نما کے لبادے میں راہزن بنے کئی پڑھ لکھے جاہل بھی ساتھ لیے سادہ لوح عوام کو اپنی شیرینی ملی زہروالی گفتگو سے اور اپنے تحقیق کے دعوے میں تشکیک ملی تحقیق کو پھیلانے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ ان کی ساری محنت و قوت صرف اور صرف دین اسلام کو طرح طرح کے گھسے پٹے پرانے ناکارہ اور بے ڈھنگ واروں کو نئے سانچے میں ڈھال کر عام کرنے میں مصروف ہیں۔ شاید بھول گئے ہیں کہ ہمیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ ذرا چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ تاریخ پر نظر ڈال لیتے تو پتہ چل

جاتا کہ کس قوت اور پہاڑوں جیسے مضبوط دلائل سے کس طرح ان کی بیخ کنی کی کہ آج تک وہ دوبارہ نہیں اٹھ سکے۔ یہ ضرور ہوا کہ ان کو منظر عام پر لانے والے کسی دوسری شکل کو ان کی جگہ لے آتے۔

ان میں سے ایک غامدی صاحب ہیں جو قرآن و حدیث و سنت اور اجماع و اکابر کے راستہ سے ہٹ کر اپنے آپ کو اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجلہ صفدر کی پوری کابینہ کو دیر تک اور دُور تک ہر طرح سے مزید نوازے۔ آمین

آپ کی محنت سے اس مکر و فریب سے ہم پر ایسے ایسے انکشافات ہوئے کہ ہم انگشت بندناں رہ گئے۔ کئی بہت سے احباب کو غامدی صاحب کا نیا اسلام دکھایا تو کہنے لگے: یہ ابھی زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ عرض کیا کہ: زندہ ہے۔ کہنے لگے: ”ہم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس سے بچائیں گے۔“ یہ سب صدقہ جاریہ آپ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں علم میں اور خاص طور پر قلمی جہاد میں دین دو گنی رات چو گنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

والسلام..... احسان الحق فاروقی، قاضی احمد، ضلع نواب شاہ [سندھ]

☆.....☆.....☆.....☆

محترم پروفیسر مولانا بخش محمدی صاحب کا تبصرہ

بخدمت جناب لائق احترام مولانا محمد احسن خدای صاحب دامت فیوضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج بخیر؟ المرام کہ

آنجناب کی جانب سے مؤقر مجلہ ”صفدر“ شمارہ ۵۲ جون ۲۰۱۵ء..... وی۔ پی۔ پی موصول ہوا۔ یاد آوری کا بے حد شکریہ!

مزید یہ کہ فتنہ غامدیت کے موضوع پر اس شاندار اشاعت کی دوسری جلد بھی زیر طبع (زیر ترتیب [ناقل]) ہے۔ جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ موجودہ پر آشوب ملحدانہ و مفسدانہ ماحول میں جب ہر جانب سے دین حنیف کے خلاف طاغوت کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ ایسے انار کی بھرے مایوس کن ماحول میں دینِ قیم کے خلاف ملحدانہ افکار و نظریات کے خلاف سد باب کرنے پر دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیے!

دنیا کا دستور جاری ہے کہ روزِ اول سے حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی جاری رہی ہے۔ جبکہ قانونِ قدرت کے تحت سچ اور حق کے لیے دوام اور بقا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات اہل حق عارضی ابتلاء

وآزمائش کا شکار ہوئے ہوں۔ مگر بالآخر حق ہی کی فتح و نصرت ہوئی ہے۔ اور باطل کو شکست نصیب ہوئی۔ اور یہ کہ اہل حق علمائے اسلام اور طبقہ سلف الصالحین نے شرک، کفر، الحاد، بدعات سیأت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کا کام دیا ہے۔ بلاشبہ موجودہ متعدد فتنوں رافضیت، قادیانیت، انکار حدیث، الحاد، انکار وارتد کی طرح فتنہ غامدیت نے بھی اسلام کے خلاف کام کر کے اسلام کو داغدار بنانے کی کوشش کی۔ لیکن علمائے حق نے باقاعدگی سے اُس کا بھی رد کیا۔

اس بظاہر معصوم فتنہ کی سرکوبی کے لیے عصر حاضر کے کئی علمائے کرام نے جہاد کیا۔ جن میں آنجناب کا ادارہ بھی پیش پیش ہے۔ جس نے دیگر فتنوں کی طرح اس فتنے کی حقیقت کو بھی عوام الناس میں آشکارا کیا۔ یوں علمائے امت کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے ان (فتنہ بازوں) کی عیاریوں کو بھی عیاں کر کے رکھ دیا ہے۔ فجزاه الله أحسن الجزاء

اللہ تعالیٰ آپ اور دیگر علمائے حق کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ اور حسنت کے ذخیرہ میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نئے پرانے فتنوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ اور جادہ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام مع الاکرام..... آپ کا مخلص: پروفیسر مولانا بخش محمدی
P.O رحمان آباد، وایا نو کوٹ، ضلع تھر پارکر، سندھ

☆.....☆.....☆.....☆

باسمہ تعالیٰ

گرامی قدر مدیر مسئول مظہریہ دارالمطالعہ، پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلہ صفدر کا ”فتنہ غامدی نمبر“ (جلد اول) نظر نواز ہوا۔ نہایت ہی عمدہ، معیاری اور تحقیقی و تنقیدی نوعیت کا علمی لوازمہ ہے۔ اس میں جدید منکرین حدیث کا تعاقب نہایت چابک دستی کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ کیا مجلہ صفدر کے غامدی نمبر کی جلد دوم بھی جلد متوقع ہے؟ اس کا شدت سے انتظار رہے گا۔ اور امید ہے کہ ریاست سے متعلق جو ہدیان غامدی نے بکا ہے، اُس پر بھی نقد شامل کیا جائے گا۔ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ اللہ نگہبان۔

فقط..... والسلام..... ابوالقاسم..... ۱۲/۱۲ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ

53/1، کمرشیل ایونیو، فیز iv، ڈیفنس سوسائٹی، کراچی 75500

☆.....☆.....☆.....☆

مجلہ صفدر کی جلد نمبر پانچ کی مکمل فہرست

(شمارہ ۴۷ تا ۵۸..... جنوری تا دسمبر ۲۰۱۵ء)

شمارہ: ۴۷

۲..... ٹائٹل	ویڈیو رمووی بنوانے والوں کی خلافت ختم.....
2..... مدیر کے قلم سے	”فتنہ غامدی نمبر“ کی تیاری..... اہل علم توجہ فرمائیں!
7..... جناب سردار صاحب	مرشد کی تلاش میں..... امام اہل سنت کے در پر!
10..... مولانا زہد حسین رشیدی	رائے ونڈ کے درویش.....
15..... احمد مفتی	موت و حیات کی کشمکش..... اندھیرے سے روشنی کی طرف
29..... مولانا ابوالیوب قادری	بریلویوں کے میلاد سے متعلق چند باتیں.....
33..... مولانا عبدالجبار سلفی	صلاح الدین یوسف صاحب کی خدمت میں.....
41..... مولانا احسن خدای	مشاہدات بجواب شواہدات.....
50..... مفتی رب نواز	زیر علی زئی کا تعاقب.....

شمارہ: ۴۸

۲..... ٹائٹل	فرانس کے حملے اور توہین رسالت کی نئی لہر.....
2..... مولانا احسن خدای حمزہ احسانی	نافع خلافت کی رحلت..... مولانا نور محمد تونسوی کا سانحہ وفات
17..... جناب سردار صاحب	مرشد کی تلاش میں..... امام اہل سنت کے در پر!
22..... مولانا قاری محمد الیاس	کنگ فہد کپلیکس میں مصحف تاج کی طباعت.....!
27..... حمزہ احسانی	ملفوظات حضرت نعمانی مدظلہم.....
29..... مولانا مفتی عارف محمود	فتنہ غامدیہ کی حشر سامانیاں.....
39..... مولانا عبدالجبار سلفی	صلاح الدین یوسف صاحب کی خدمت میں.....
46..... مولانا مفتی رب نواز	زیر علی زئی کا تعاقب.....
51..... مولانا محمد طیب	ارشاد الحق اثری اپنی تحریرات کے آئینے میں!
انجم نیازی..... ٹائٹل ۳	مولانا محمد نافع صاحب کی وفات پر اظہار غم.....

شمارہ: ۴۹

۲..... ٹائٹل	چارلی ابدو کے میدان کے سواروں کو سلام (نظم).....
--------------	--

- ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے ناشرین کی نا انصافی! مدیر کے قلم سے..... 2
- کچھ دیر حدیث کے ساتھ.....! مولانا ابوالحسن بھٹی..... 16
- جدید فتنوں سے ایمان کی حفاظت.....! مولانا ابوبکر صدیق..... 18
- احسان فراموشی کی بدترین مثال.....! مولانا جمیل الرحمن عباسی..... 20
- آخری پہر کی ہچکیاں.....!! مولانا زاہد حسین رشیدی..... 22
- ٹیلی وژن پر دینی پروگرام کا حکم.....!! مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ..... 28
- مشاہدات بجواب شواہدات..... مولانا احسن خدای..... 30
- اس دل کا کیا کروں جو بہلتا کہیں نہیں؟..... حمزہ احسانی..... 37
- ہم نہیں ہوں گے (نظم)..... حضرت سید نفیس الحسنی شاہؒ..... ۳

شمارہ: ۵۰

- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (نظم)..... انجم نیازی..... ۲: ٹائٹل
- ”نافع نمبر“..... اہل علم و قلم بھرپور توجہ فرمائیں!..... مدیر کے قلم سے..... 2
- مسند ابوحنیفہ کی ایک حدیث اور اس کی تشریح.....!! مولانا ابوالحسن بھٹی..... 4
- حضرت معاویہؓ پر ڈاکٹر رضوان ندوی کے اعتراضات کا جواب! مولانا مفتی امان اللہ..... 6
- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی خدمت میں.....! مولانا عبدالجبار سلفی..... 31
- زبیر علی زکی کا تعاقب..... مولانا مفتی رب نواز..... 35
- ارشاد الحق اثری اپنی تحریرات کے آئینے میں.....!! مولانا طیب الرحمن..... 45
- اگر دینی مدارس نہ رہے تو.....!! مفتی ابوالخیر عارف محمود..... 51
- قارئین کی آراء.....!! جناب سعید شیخ سلطان..... 57

شمارہ: ۵۱

- مجلہ صفدر ”فتنہ غامدی نمبر“ کی پہلی جلد!..... مدیر کے قلم سے..... 3
- درویش کی رحلت.....!! حافظ زاہد حسین رشیدی..... 13
- رحم کی مشروعیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا اثبات!..... ابو مطیع..... 18
- مشاہدات بجواب شواہدات.....! احسن خدای..... 30
- زبیر علی زکی کا تعاقب..... مولانا مفتی رب نواز..... 36
- جناب ارشاد الحق اثری اپنی تحریرات کے آئینے میں.....!! مولانا طیب الرحمن..... 46

- 54..... حضرت قاضی صاحبؒ..... اور میری زندگی کا اہم واقعہ!..... محمد حنیف چوہان
- 56..... مجلہ صفدر.....!! (نظم)..... امجدولی بہاول نگری

شمارہ: ۵۲

فتنہ غامدی نمبر (جلد اول)..... مکمل فہرست شمارہ نمبر ۵۱ میں شائع ہو چکی ہے۔

شمارہ: ۵۳

- 4..... رمضان المبارک میں اکابر کے معمولات..... شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
- 11..... رجم کی مشروعیت اور منسوخ نہ ہونے کا اثبات..... ابو مطیع
- 19..... مسلم ممالک پر سوویت یونین کی یلغار..... مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ
- 28..... مولانا صلاح الدین یوسف کی خدمت میں!..... مولانا عبد الجبار سلفی
- 35..... زیر علی زئی کا تعاقب..... مولانا مفتی رب نواز
- 41..... مشاہدات بجواب شواہدات..... احسن خدای
- 51..... جامعہ مظہریہ حسینہ کا سالانہ جلسہ ختم بخاری شریف..... احسن خدای
- 53..... فتنہ غامدی نمبر..... اکابر علماء اور مبصرین
- 54..... تعارف و تبصرہ..... حیات شیخ زیر رحمہ اللہ..... احسن خدای

شمارہ: ۵۴

- 2..... غامدی کا شرعی حکم..... فتنہ غامدی نمبر جلد دوم..... مدیر کے قلم سے
- 4..... اہل قبلہ کی تکفیر کیوں؟..... حافظ عدیل عمران
- 12..... جاوید غامدی: مسلمان یا کافر.....؟..... مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی
- 17..... جاوید غامدی کا شرعی حکم.....!!..... مولانا قاضی ثناء احمد
- 21..... غامدی سے متعلق ایک استفتاء..... حافظ محمد عدیل عمران
- 23..... یہ شخص زندیق ہے..... مولانا مفتی حمید اللہ جان کافٹوی
- 24..... سخت گمراہی میں ہے..... مولانا مفتی عبد الواحد کافٹوی
- 25..... دائرہ اسلام سے خارج ہے..... مدنیہ بہاول پور کافٹوی
- 25..... بعض نظریات خالصتاً کفر ہیں..... جامعہ خیر العلوم کافٹوی
- 27..... حیات عیسیٰ کا انکار یا تاویل کفر ہے..... جامعہ الرشید کافٹوی

- دائرہ اسلام سے خارج ہے..... جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ..... 52
- بعض نظریات قرآن کے صریح خلاف ہیں..... دارالافتاء والتحقیق..... 54
- فتنہ غامدی نمبر..... مولانا عبدالقادر ڈیروی، مولانا جہان یعقوب..... 55

شمارہ: ۵۵

- ۱ عمار خان ناصر کے نام (نظم)..... انجم نیازی..... ٹائٹل ۲
- ۲ امیر المؤمنین ملا محمد عمر... دینی مدارس پر چھاپے.. ادارہ..... 3
- ۳ غامدیت و قادیانیت..... مولانا مدثر جمال تونسوی..... 8
- ۴ فتنہ الحاد، موجودہ دور میں..... محمد فاروق..... 12
- ۵ طالبان کی داستان..... ملا محمد امین اللہ امین شہید..... 18
- ۶ طالبان اور ان کی اسلامی حکومت..... حضرت امام اہل سنت..... 28
- ۷ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی خدمت..... مولانا عبدالجبار سلفی..... 30
- ۸ مشاہدات بجواب شواہدات..... احسن خدای..... 34
- ۹ زبیر علی زئی کا تعاقب..... مولانا مفتی رب نواز..... 40
- ۱۰ فتنہ غامدی نمبر، اکابر و مبصرین کی نظر میں!..... مولانا محبت اللہ، اسلام،..... 52
- ۱۱ پاکستان کیوں حاصل کیا گیا؟..... دارالتقویٰ، ساجد الرحیم..... ٹائٹل ۳
- حضرت بنوری رحمہ اللہ.....

شمارہ: ۵۶

- ۱ فتنہ غامدی نمبر: اکابر کی نظر میں..... مولانا سلیم اللہ خان / مولانا اسکندر..... ٹائٹل ۲
- ۲ غامدی و عمار کی فکری ہم آہنگی..... ادارہ..... 3
- ۳ مقصد قیام مدارس اور علماء کی ذمہ داری.. مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی..... 17
- ۴ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ..... مولانا جمیل الرحمن عباسی..... 21
- ۵ غامدی: مرزا قادیانی کا وکیل صفائی..... مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ..... 23
- ۶ مذاکرات کی پیشکش اور مولانا راشدی.. مولانا عبدالرحیم چاریاری..... 30
- ۷ رجم کی مشروعیت اور منسوخ نہ ہونا..... ابو مطیع..... 37
- ۸ زبیر علی زئی کا تعاقب (۲۹)..... مولانا رب نواز..... 46
- ۹ مولانا صلاح الدین یوسف (۶)..... مولانا عبدالجبار سلفی..... 54

شمارہ: ۵۷

- ۱ یہ مکہ اور مدینہ پر ہی مرتا ہے، اسے پکڑو! احسن خدائی ٹائٹل ۲
- ۲ حرمین: دو حادثے، ممتاز قادری، سود: فیصلہ مدیر مسئول کے قلم سے 3
- ۳ فکرو لی الہی، غامدیت اور عمار ناصر مولانا غلام محمد صادق 6
- ۴ فخر دیوبند مولانا سرفراز صفدر مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی 16
- ۵ مخصوص مجالس کے لیے تداعی کا حکم مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی 22
- ۶ رجم کے بارے مرزائیوں کا موقف ابو مطیع 25
- ۷ زبیر علی زئی کا تعاقب (۳۰) مولانا رب نواز 31
- ۸ تذکرہ علامہ تونسوی مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی 44
- ۹ فتنہ غامدی نمبر، اکابر و مصرین کی نظر میں! مولانا عبدالغفار مولانا غلام محمد 47
- ۱۰ متاثرین حب یزید کے لیے قیمتی تحفہ احسن خدائی 53

☆.....☆.....☆.....☆

وفیات

..... جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

..... شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت حاجی عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ

..... جامعہ حمادیہ کراچی کے مہتمم، حضرت مولانا حماد اللہ ہالچوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالواحد

..... دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد صادق جمال پوری مدظلہم کی والدہ ماجدہ

..... دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا سید علی اصغر شاہ مدظلہم کی والدہ ماجدہ

حافظ محمد یوسف صاحب [بہاول پور] کی والدہ، استاذ مکرم مولانا قاری محمد صادق مدظلہم کی ساس صاحبہ

..... حضرت مولانا عبدالجبار مدظلہم (جوہر آباد) کے بھتیجے جناب طیب سلیم صاحب (سرگودھا)

..... مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ سرگودھا کے ناظم قاری عبدالستار صاحب کے سرسرمحترم

..... مجلہ صفدر کے مخلص رفیق اور طباعتی امور کے معاون محترم جناب عامر صاحب کے والد گرامی

..... ملک عزیز پاکستان کے مختلف علاقوں میں زلزلے سے جاں بحق ہونے والے مسلمان

..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے بزرگ راہ نما حضرت حافظ محمد ثاقب رحمہ اللہ تعالیٰ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

بنتِ رسول سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

لوح و قلم کی وارث شرم و حیاء کی خوشبو
لختِ جگر نبیؐ کی ثور و حرا کی خوشبو

کتنی ہی مشکلوں سے گزری مگر نہ ہاری!
حلم و رضا کی پیکرِ حلم و رضا کی خوشبو

رحمتِ سفر ہے اس کا دو چار سادہ کپڑے
گردِ سفر میں لپٹی ارض و سما کی خوشبو

وہ منفرد ہے سب سے وہ مختلف ہے سب سے
صلِّ علیٰ کی حرمتِ صلِّ علیٰ کی خوشبو

اس کے لبوں کی جنبش اُس کے لبوں کی تابش
جیسے دعا کی ٹھنڈک جیسے دعا کی خوشبو

جو کچھ ملا خدا سے، تقسیم کر کے سوئی
پیغمبروں کی اس میں جود و عطا کی خوشبو

☆.....☆.....☆.....☆